جلد ——— 54
شمارہ نمبر — E-03

مارچ
2021

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

اس شمارے میں

★ خواتین کا دن کیوں منائیں
★ ابوسفیان کا قبول اسلام
★ ہیپاٹائٹس کا علاج
★ قوم کی تعمیر میں نوجوانوں کا کردار
★ جابر البا طنی
★ عورتوں کے لئے ڈاکٹر کی ہدایات

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ

محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر

محمد عارف

مدیر و ناظم

عبید الرحمٰن

ناشر

محمد شعیب شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ

انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد

نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:

انجمن پنجابی سودگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی

Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113

Email: apsquamigazette@gmail.com

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	سورۃ الرحمٰن	ذرائع ابلاغ عامہ	۸
۲	نعت	حسین محی الدین قادری	۱۰
۳	روشن خیالات	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۱
۴	اور جب میں نے پڑھا	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۲
۵	عجب ہے انسان	ماریہ صفیہ	۱۴
۶	خواتین کا دن کیوں منائیں	نبیلہ شہزاد	۱۶
۷	امام ابوداوٗد	رانا ذیشان سلفی	۱۸
۸	ایک سبق، ایک درس	اشتیاق احمد	۲۱
۹	نظم	حفیظ جالندھری	۲۵
۱۰	دلچسپ اور عجیب	ایکسپریس	۲۶
۱۱	"نقل" تعلیمی نظام کی بڑی خامی	ربیعہ شاہد	۲۷
۱۲	ابوسفیان کا قبولِ اسلام	ذرائع ابلاغ عامہ	۲۹
۱۳	نظم	اکمل نوید	۳۵
۱۴	آبگینے چھلک نہ جائیں	زرافشاں فرحین	۳۶
۱۵	تربیت کے تین سات سال	شکیل احمد چوہان	۳۹
۱۶	بوڑھے آدمی نے محنت کا پھل کیسے پایا؟	محمد علیم نظامی	۴۲
۱۷	بھیڑیئے کے کان	فضیلہ ذکاء بھٹی	۴۳
۱۸	اہلِ قلم	ڈاکٹر قمر عباس	۴۵
۱۹	طبِ نبوی ﷺ	ذرائع ابلاغ عامہ	۵۲
۲۰	ہیپاٹائٹس کا علاج	ڈاکٹر نوید بٹ/ڈاکٹر نائلہ اقرار	۵۳
۲۱	اچھی باتیں	ذرائع ابلاغ عامہ	۵۸
۲۲	گفتگو ایک فن ہے	ذرائع ابلاغ عامہ	۶۰

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۲۳	احتیاط لازم ہے	غلام علی	۶۲
۲۴	قوم کی تعمیر میں نوجوانوں کا کردار	ذرائع ابلاغ عامہ	۶۴
۲۵	جھوٹ مت بولیں	محمد ساجد	۶۷
۲۶	غزل	منیر نیازی	۶۹
۲۷	جابر البا طنی	ذرائع ابلاغ عامہ	۷۰
۲۸	ڈرتے ہیں اے آسماں ترے آدمی سے ہم	قرۃ العین فاطمہ	۷۴
۲۹	انسانیت کی ترقی میں سائنس فکشن کا کردار	منور مرزا	۷۶
۳۰	موتی کی عقلمندی	احمد عدنان طارق	۸۱
۳۱	قرابت داروں کے حقوق	حافظ محمد اقبال سحر	۸۵
۳۲	عورتوں کے لیے ڈاکٹر کی ہدایات	ذرائع ابلاغ عامہ	۸۷
۳۳	علم دریچے	بچوں کی دنیا	۸۹
۳۴	میز کی آپ بیتی	جاوید احمد ساجد	۹۱
۳۵	ہنسی گھر	بچوں کی دنیا	۹۳
۳۶	بوجھو تو جانیں	بچوں کی دنیا	۹۴
۳۷	گھریلو ٹوٹکے	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۵
۳۸	کھانا خزانہ	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۷
۳۹	بیت بازی	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۹
۴۰	مسنون اذکار	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۰۱

عہدیداران واراکین مجلس منتظمہ

۲۰۲۰

انجمن پنجابی سوداگران

اسمائے گرامی

۱	جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب	صدر
۲	جناب منصور الٰہی شمسی صاحب	نائب صدر
۳	جناب محمد شعیب شمسی صاحب	جنرل سیکریٹری
۴	جناب محمد اسماعیل بزاز صاحب	جوائنٹ سیکریٹری
۵	جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب	خازن
۶	جناب عبدالمالک شیخ صاحب	نائب خازن
۷	جناب محمد سعود الٰہی صاحب	ناظم جائیداد سب کمیٹی
۸	جناب رئیس احمد صاحب	ناظم وصولی زکوٰۃ سب کمیٹی
۹	جناب صبور احمد صاحب	ناظم یوتھ ونگ سب کمیٹی
۱۰	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	ناظم تقسیم زکوٰۃ سب کمیٹی
۱۱	جناب عبید الرحمن صاحب	ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی
۱۲	جناب محمد جمیل راجہ صاحب	ناظم تقریبات سب کمیٹی
۱۳	جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب	ناظم ممبر سازی سب کمیٹی
۱۴	جناب فرحان اقبال صاحب	ممبر
۱۵	جناب محمد عارف صاحب	ممبر
۱۶	جناب کامران متین بٹلہ صاحب	ممبر
۱۷	جناب فیصل زاہد صاحب	ممبر
۱۸	جناب ذیشان منظور صاحب	ممبر
۱۹	جناب ارشد عالم صاحب	ممبر
۲۰	جناب خالد متین صاحب	ممبر
۲۱	جناب شاہد انور شمسی صاحب	ممبر

ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)
☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب
☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب
☆جناب شمیم صدیقی صاحب
☆محترمہ آرزو دلیل صاحبہ
☆جناب عمران شمیم صاحب
☆جناب عادل نعمان صاحب
☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب
☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب
☆جناب انصار فرید الدین صاحب
☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب
☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے
☆جناب خالد متین صاحب
☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب
☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب
☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب
☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب
☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب
☆جناب حارث اقبال صاحب
☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے
☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے
☆جناب جمیل راجہ صاحب
☆جناب فخر احمد شمسی صاحب
☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے
☆جناب پرویز منظور صاحب
☆جناب جمیل اقبال صاحب
☆جناب شاہد اقبال صاحب
☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب
☆جناب اسلم کھتوریہ صاحب
☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب
☆جناب شعیب شمسی صاحب
☆جناب محمد اسماعیل صاحب
☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز و اقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں اہتمام لیں۔۔۔ اپنوں کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔ یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے
اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اسکی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"
پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت و حسب توفیق سرگرم عمل ہے

بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا

لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین و حضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوٰۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض و قرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست و بازو بن کر شفاف طریقے سے اپنوں کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوٰۃ و عطیات کی ترسیل کے لئے۔

اکاؤنٹ بنام

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

Acc. Title

Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran

فیصل بینک

اکاؤنٹ نمبر:	127-2004054-001	برائے زکوٰۃ
اکاؤنٹ نمبر:	127-2000458-001	برائے عطیات

میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر:	0130-0100026365	برائے زکوٰۃ و عطیات

رابطہ:

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور، ابراہیم اسٹیٹ بلڈنگ مین شاہراہ فیصل نزد ڈیوٹی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

سورۃ الرحمٰن

یہ قرآن پاک کی 55 سورہ ہے اس کی آیات 78 ہیں اور یہ سورہ مکی ہے۔

البزار' ابن جریر' ابن المنذر' دار قطنی' ابن مردویہ اور الخطیب (فی التاریخ) نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ رحمٰن خود تلاوت فرمائی' یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ سورہ پڑھی گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ

"کیا وجہ ہے کہ میں تم سے ویسا اچھا جواب نہیں سن رہا ہوں جیسا جِنوں نے اپنے رب کو دیا تھا؟"

لوگوں نے عرض کی وہ کیا جواب تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد " فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ " پڑھتا تو جن اس کے جواب میں کہتے جاتے تھے کہ

"ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے"

اسی سے ملتا جلتا مضمون ترمذی، حاکم اور حافظ ابو بکر بزار نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب لوگ سورہ رحمٰن کو سن کر خاموش رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"میں نے یہ سورۃ جِنوں کو سنائی تھی جس میں وہ قرآن سننے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ وہ اس کا جواب تم سے بہتر دے رہے تھے"

جب میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر پہنچتا تھا کہ

"اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"

تو وہ اس کے جواب میں کہتے تھے کہ

"اے ہمارے پروردگار، ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے' تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہے۔"

یہ سُورت کلی طور پر خدا کی ان مختلف مادّی و معنوی نعمتوں اور رحمتوں کو بیان کرتی ہے جو اس نے اپنے بندوں پر فرمائی ہیں۔ اور ان کا حصول آسان فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ سورۃ "الرحمن" سے شروع کی جو اللہ رب العزت کا اسم مبارک ہے اور اس کی بے انتہا رحمت کو بیان کرتا ہے اور اس سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسم پاک ذوالجلال والاکرام پر ہوا۔ جس کے معانی بلند اور عالی شان کے ہیں۔

" فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبان " " کا جملہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا اپنے بندوں سے اقرار لیا ہے اکتیس مرتبہ اس سُورت میں آیا ہے۔ ایک لحاظ سے یہ ساری سُورت اللہ رب العزت کی مختلف نعمتوں کا ایک تسلسل ہے اور اس کے مضامین کو چند حِصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

★

پہلا حصّہ: جو سُورہ کا مقدمہ اور آغاز ہے۔ یہ اللہ تعالی کی عظیم نعمتوں 'خلقت' تعلیم وتربیّت 'حساب ومیزان' انسان کے رفاہی وسائل وذرائع اور اس کی جسمانی ورُوحانی غذاؤں کے متعلق ہے۔

دُوسرا حصّہ: جن وانس کی خلقت کی کیفیت کے مسئلہ کی ایک وضاحت ہے۔

تیسرا حصّہ: زمین وآسمان میں جو اللہ رب العزت کی آیات اور نشانیاں ہیں ان کو بیان کرتا ہے

چوتھا حصّہ: یہاں دُنیاوی نعمتوں سے آگے بڑھ کر دوسرے جہان کی نعمتوں کے متعلق ہے۔ اِس میں وقتِ نظر اور شیرینی گفتار کے ساتھ جنّت کی نعمتوں کی تمام جزئیات 'عام اس سے کہ وہ باغات ہوں یا چشمے ' پھل ہوں یا خُوبصورت وباوفا ازواج یا انواع واقسام کے لباس، ان سب کی وضاحت کی ہے۔

اِس سُورہ کے پانچویں اور آخری حصہ میں مجرمین کے انجام کی طرف ایک مختصر اشارہ ہے اوران کی دردناک سزا کا ذکر ہے چونکہ اس سورہ کی اساس وبُنیاد رحمتِ الہٰی کا بیان ہے اس لیے اس آخری حصّہ کی مکمل وضاحت نہیں کی گئی ہے بلکہ صرف اشارہ کر دیا گیاہے، اس کے برعکس جنّت کی نعمتوں کی تفصیل وتشریح اتنی وسعت کے ساتھ ہے کہ اس نے مومنین کے دلوں کو سرور ومسّرت سے ہمکنار کر دیاہے اور غم واندوہ کے غبار کو انکے دلوں سے دھوڈالاہے اور کشتِ دل میں نہالِ شوق کی تخم ریزی کی ہے، (فَبِأَيِّ آلاءِ رَبِّكُما تُكَذِّبان) کی تکرار نے جو تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ہے، اس سورہ کو جاذبِ نظر اور خوبصورت آہنگ بخشاہے۔ جب اس آہنگ کو اس کے خوبصورت مضامین کے ساتھ ملادیا جائے تو حیران کُن کشش محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کوئی تعجب محسوس نہیں ہوتا جب پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے منقول ایک حدیث نظر کے سامنے آتی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"ہر ایک کے لیے عروس ہے اور عروس القرآن سُور الرحمن ہے۔"

یہ لفظ بہت ہی خوبصورت ، محترم اور گرامی قدر موجودات کے لیے بولا جاتا ہے۔

اس سُورہ کے لیے ""الرحمن"" کا نام اِس قدر موزوں اور مناسب ہے کہ جس کی لفظوں کے ذریعے وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔

نعت

نعت رسول مقبول ﷺ

تیری ﷺ صورت ازل کی ابتداء ہے
تیری ﷺ سیرت ابد کی انتہاء ہے

تیرے ﷺ عرفان کی عظمت ہے کتنی
تیرے ﷺ لہجے میں یزداں لب کشا ہے

شب ہجراں نے زخمی کر دیا ہے
تیری ﷺ دید ہی زخموں کی دوا ہے

عجب مجبوری صبر و رضا ہے
کسے جا کر بتاؤں کیا ہوا ہے

چراغ آرزو جب بجھ گیا ہو
تو پھر محروم رکھنا کیوں روا ہے

جو بچ جاؤں گناہوں کی سزا سے
یہ تیرا ﷺ ہجر ہی کیا کم سزا ہے

(حسین محی الدین قادری، نقشِ اول: ۳۷)

روشن خیالات

حضور اکرم ﷺ

جو شخص استغفار کا اہتمام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا، اور ہر غم سے خلاصی و چھٹکارا دے گا اور ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو گا۔

حضرت علی

انسان دکھ نہیں دیتے، انسان سے وابستہ امیدیں دکھ دیتی ہیں۔

حکیم محمد سعید

بے لاگ انصاف اور حقیقی عدل جہاں بھی رہا وہاں جابر حکمران بھی عام لوگوں کے حقوق پامال نہ کر سکے۔

مولانا رومی

یاد رکھیں مقدس اور مقام میں داخل ہونے کا راستہ آپ کے اندر ہے۔

اشفاق احمد

ایک دن ہم سب ایک دوسرے کو یہ سوچ کر "کھو" دیں گے کہ جب وہ یاد نہیں کرتا تو اسے میں کیوں یاد کروں۔

بانو قدسیہ

انسان غم کی گرفت سے کبھی نہیں نکلتا، خوشی محض تھکان اتارنے کا وقفہ ہے۔

بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

ہمیشہ اس کوشش میں رہ کہ تو مر کے بھی زندہ رہ۔

قائد اعظم محمد علی جناح

امید، ہمت، خود اعتمادی

میرے ہم وطنوں کے لیے یہی میرا پیغام ہے۔

شیخ سعدی

ایسے دوست سے ہاتھ دھونا بہتر ہے جو تیرے دشمنوں میں بیٹھتا ہے۔

اور جب میں نے پڑھا

میں نے جب حضرت مریم علیہ السلام کا قصہ پڑھا تو مجھے ان کی برداشت پر رشک آیا۔
پھر اسے اپنے اوپر قیاس کیا اور سوچا کہ اگر یہ سب میرے ساتھ ہوتا تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ جو لوگ ان کی باتیں کرتے اگر میرے اوپر ہوتیں تو؟؟؟؟
نا قابلِ برداشت

میں نے حضرت آسیہ علیہ السلام کا قصہ پڑھا جو کہ فرعون کی زوجیت میں تھیں۔
تو ان کے صبر پر رشک آیا، اگر آج ہماری کسی بہن کا شوہر انہیں کچھ کہے تو بول بول کر آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہی بت تراش کے گھر ہوئی، گھر سے نکالے گئے، اپنا باپ ہی بیٹے کو جلانے کے لیے لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لاتا تھا۔ لیکن امتحان میں کامیاب ہوئے تو ویران بیابان میں اکلوتی اولاد کو چھوڑا،
اللہ اکبر، پھر قربانی دینے کا حکم،
آج کسی مرد میں ہے اتنا حوصلہ؟؟؟
کبھی نہیں--------

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری،
سب کچھ چلا گیا اولاد، مال، بیویاں سب کچھ لیکن آزمائش پر صبر کیا، آج ہے کسی میں اتنا صبر؟؟؟؟
بلکل نہیں

حضرت یوسف علیہ السلام کو بچپن میں ان کے والد سے بھائیوں نے دور کر کے کنویں میں پھینکا، پھر غلام کے طور پر قیمت لگائی گئی، قید کاٹی، لیکن صبر کیا
اور آج اگر ایسا کسی کے ساتھ ہو تو شکوہ شروع کر دیں کہ اللہ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا؟؟؟؟

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیمی میں آنکھ کھولی، پھر ماں بھی چھوڑ گئیں اور مختلف آزمائشوں سے گزرتے نبوت کے مقام تک پہنچے غزوات، بھوک، دشمنوں سے مسلسل آزمائش کی زندگی----

کیا آج کوئی کر سکتا ہے یہ سب برداشت ؟؟؟؟؟

بلکل نہیں

توکیا یہ مثالیں ہمارے لیے کافی نہیں کہ مسلمان کی زندگی آزمائش ہوتی ہے، اور ہمیں بھی زندگی کا ایسے ہی امتحان دینا ہے اور اسی طرح صبر کرنا ہے، دشمنوں کو معاف کرنا ہے، صلہ رحمی کا سلسلہ جاری رکھنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاں واقعی!!

یہ زندگی گرم صحرا کی تپتی دھوپ کی مانند ہے اور ہمیں گرم ریت پر لیٹ کر سینے پر بھاری بھر کم پتھر کا بوجھ اٹھا کر، کبھی کچھ اس سے بڑی آزمائش ہوں سلگتے کوئلوں پر لیٹ کر، چمڑی جلا کر امتحان دیتے ہوئے بس احد احد احد پکارنا ہے۔ جنت ایسے ہی نہیں مل جانی، مومنوں کی سنت پر چلنا ہو گا، صبر کی آزمائش پر پورا اترنا ہو گا۔

اللہ مشکلات، تکالیف، پریشانیوں اور آفات میں آپ کا، میرا اور سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین یارب العالمین

عجب ہے انسان

عجب ہے انسان، بے قراری ہے
آج خوش ہے تو کل مقدر غم خواری ہے
خدایا محبتوں کے سائے میں رکھنا
ہمیں حقیقت معلوم ہے، پھر بھی امید رکھنا۔
عجب خواہش ہے صدا خوش رہیں!
نا کہ بظاہر ہنستے ہوئے سوز خم ہرے رہیں!
اچھے پر خلوص لوگوں سے ملو تو دل انکا ہوتا ہے۔
ہمیشہ خوشیوں، تمناؤں میں ذکر انکا رہتا ہے۔
انسان محبت واخلاق کی روانی ہے
پھر کبھی خود کی کبھی محبوب کی قربانی ہے۔
ہمیں کیا ہو گیا ہے, خیر دل کچھ عجب ہوا ہے
لگتا ہے کسی ساتھی پہ دل فدا ہوا ہے

عداوتیں بھی خدا کی خاطر اور محبتیں صرف خدا کی خاطر

چلو سنبھالو ان محبتوں کو آرام سے سنبھال کے۔

کیوں ہر شے میں ہے جدائی کی ہے روایت

مجھے یقین ہے کہ نہ ہو گی جنت میں کوئی ایسی ساعت

مجھے آزمائش میں ڈال دے تو اے خدا!

لیکن یہاں کی خواہش کو وہاں جنت میں کر لے قبول۔!

خواتین کا دن کیوں منائیں؟

عالمی یوم خواتین، بین الاقوامی طور پر 8 مارچ کو منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد معاشرے کو خواتین کی اہمیت سے آگاہ کرنا اور لوگوں میں خواتین پر تشدد کی روک تھام کے لیے اقدامات کرنے کے لئے ترغیب دینا ہے۔ یوم خواتین کے پس منظر میں واقعہ یہ ہے کہ امریکہ میں خواتین نے اپنی تنخواہ کے مسائل کے متعلق احتجاج کیا جسے گھڑ سوار دستوں کے ذریعے کچل دیا گیا۔ پھر 1908ء میں امریکہ کی سوشلسٹ پارٹی نے خواتین کے مسائل حل کرنے کے لئے "وومن نیشنل کمیشن" بنایا۔ اسی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ عالمی یوم خواتین 28 فروری 1909ء کو پہلی بار امریکہ میں منایا گیا۔ پہلی عالمی خواتین کانفرنس 1910ء میں کوپن ہیگن میں منعقد کی گئی۔ پھر 8 مارچ 1913ء کو یورپ بھر میں خواتین نے ریلیاں نکالیں اور پروگرام منعقد کیے۔ تب سے اب تک ہر سال 8 مارچ یوم خواتین منایا جاتا ہے۔

اب دیکھیں امریکہ والے بیچارے لوگوں نے تو یوم خواتین منانے کا آغاز اس وجہ سے کیا کہ وہاں کی مسکین عورت کو اپنے قیام وطعام کا بندوبست بھی خود ہی کرنا تھا۔ اس کا کوئی ولی وارث نہ تھا۔ جب کمانے کے لئے باہر نکلی تو اس کی محنت کا معاوضہ بھی غصب کر لیا گیا۔ جب اس نے احتجاج کیا تو اس پر ظلم وستم برپا کیا گیا۔ احتجاج کرنا یا عورت کی اہمیت کو اجاگر کرنا اس کا حق بنتا تھا۔ لیکن بھئی ہم مسلمان، خاص کر پاکستان کے مسلمان کس خوشی میں یہ دن منانے جا رہے ہیں؟۔ یہ تو "بیگانی شادی میں عبد اللہ دیوانہ" والا معاملہ بن گیا ہے۔

ہمارے حقوق کا تحفظ اور ہماری اہمیت سے تو ہمیں پیدا کرنے والے نے خود آگاہ کیا ہے۔ مرد بچارے کو ایک درجہ زیادہ دے کر اس پر منوں بوجھ لادا گیا ہے۔ اور دوسری طرف عورت پر بچوں کی تربیت کے علاوہ کوئی بڑی ذمہ داری نہیں۔ عورت کے لیے ہر طرف آسانی ہی آسانی یعنی اس پر کوئی فکر معاش نہیں۔ مظلوم، غریب مغربی عورت کی طرح اسے یہ نہیں کہا جاتا کہ جاؤ اور کما کر کھاؤ۔ اس کی معیشت کی ذمہ داری شادی سے پہلے باپ، بھائی اور شادی کے بعد شوہر اور بیٹے کی ہے۔ وہ زندگی میں کبھی تنہا نہیں ہوتی۔ وہ باپ، شوہر اور بیٹے کے مال کی وارث ضرور ہے لیکن کسی پر بھی خرچ کرنا اس کی ذمہ داری نہیں۔ حتی کہ اس کی اپنی ذات پر بھی خرچ کرنا اس کے محافظ و کفیل مردوں کی ہی ذمہ داری ہے۔ اس کی مال کمانے کی ذمہ داری بالکل بھی نہیں لیکن اگر وہ اپنی خوشی سے کچھ کما لیتی ہے تو وہ اپنی کمائی کی بلاشرکت غیرے خود اکیلی مالک ہے۔

★

عورت کی اہمیت کا احساس ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اچھی طرح دلا دیا اور اور اس احساس کو مذہب کا حصہ بنا دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رحم کو بہترین قرار دیا جس میں پہلا بچہ، بیٹی پیدا ہو۔ مرد کو بیٹی کی پیدائش پر مبارک باد کا مستحق قرار دیا۔ بیٹی کی اچھی تعلیم و تربیت کرنے والے کو جنت کی بشارت دی اور روز قیامت کو اپنے ساتھ کھڑا ہونے کی نوید سنائی۔ اس پس منظر میں سوچا جائے تو مسلمان کے لیے ایک بیٹی سے زیادہ انعام و اکرام اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور جب وہ باپ کا آنگن چھوڑ کر شوہر کے آنگن میں قدم رکھتی ہے تو نہ صرف اس کا لباس، رہائش و طعام شوہر کی ذمہ داری بنا دیا گیا بلکہ اس کی ناز برداری و دلجوئی کی طرف شوہر کو راغب کیا گیا۔ نیک بیوی کو شوہر کے لیے قیمتی ترین متاع قرار دیا گیا۔ پھر ماں بنتے ہی اس کے قدموں تلے جنت کی خوشخبری سنا دی گئی۔ بچوں کے لئے ماں کا حق سب سے زیادہ قرار دے دیا گیا۔ اپنے گھر میں وہ شہزادی سے مہارانی بنی اور پھر ملکہ عالیہ بن گئی۔ کیا اس سب سے بڑھ کر کوئی عورت کا حق، مقام، عزت و تکریم ہو سکتی ہے جو اسلام نے اسے اہمیت دی ہے۔ اور یہ اہمیت سال میں صرف ایک دن کے لیے نہیں بلکہ ہر دن کے چوبیس گھنٹوں کے لئے ہے۔ اب یہ مغربی عورت، ہمیں ہمارے مذہب کی طرف سے دیئے گئے تحفظ، مقام و مرتبہ سے جلن کا شکار ہو کر ہمیں زبردستی احساس کمتری میں دھکیل رہی ہے۔ ہمیں ہمارے سکون کدوں سے نکال کر سڑکوں پر گھسیٹنا چاہتی ہے۔

ہمیں عزت و سرفرازی والی زندگی سے محروم کر کے، ترقی کے نام پر بے وقار کرنا چاہتی ہے۔ اور یہ کام انہوں نے ہماری سر زمین پر مختلف این جی اوز اور میڈیا کے ذریعے شروع کر رکھا ہے۔ جو بھولے بسرے لوگ ان کے چنگل میں پھنس گئے ہیں۔ ان کے گھرانوں کا حال بھی مغرب کے پسماندہ گھرانوں جیسا ہو رہا ہے۔ مرد و عورت پیسہ کمانے کی دوڑ میں لگ گئے ہیں۔ بچے والدین کی شفقت و محبت سے محروم ہو کر خودرو جھاڑیوں کی مانند بڑھ رہے ہیں اور مختلف نفسیاتی مسائل کا شکار ہو رہے ہیں۔ گھر کمزور ہو رہے ہیں۔ اولادیں، والدین کے سامنے کھڑی ہو گئی ہیں۔ اب جبکہ ہم نے اس سازش کو جان لیا ہے تو ہمیں اپنے گھرانوں کو مضبوط کرنا ہو گا۔ عورت اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر ملکہ ہے تو اس ملکہ کو اپنے گھر میں پلنے والی نسل نو پر وقت صرف کرنا ہو گا۔ ان کی بہترین تربیت کر کے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کی ایک بہترین کھیپ تیار کرنی ہو گی۔ اسی میں اس کا تحفظ و وقار پوشیدہ ہے۔ تب ہی تو اس کے قدموں تلے جنت آئے گی۔ ایسی عورت ہی دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران کہلائے گی۔ پھر اس کی اہمیت کے لئے سال کا ایک دن نہیں بلکہ بارہ مہینے اور تین سو ساٹھ دن ہی اس کی اہمیت کا اعلان کریں گے۔

★

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

ابو داؤد کنیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سجستانی۔

سن پیدائش:

امام ابوداؤد سیستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی اسی لیے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے پھر بعض وجوہ کی بنا پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیرباد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرے میں گزارے جو اس وقت علم وفن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

تحصیل علم:

آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا صاحب کمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔

اساتذہ وشیوخ:

امام ابوداؤد تحصیل علم کے لیے جن اکابر وشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقصاء شوار ہے خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ آپ کے اساتذہ میں مشائخ بخاری و مسلم جیسے امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید اور قعنبی ابوالولید طیاسی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

فن حدیث میں کمال:

ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ "ابوداؤد کے لیے حق تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا ہوا تھا" حافظ ابوطاہر سلفی نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا

ع لان الحدیث وعلمہ بکمالہ لامام اہلیہ ابوداؤد
مثل الذی لان الحدید وسبکہ لنبی اہل زمانہ داؤد

فقہی ذوق:

اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام ابوداؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کے لیے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا، چنانچہ حافظ ابوجعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصر واستیعاب کے سلسلے میں ابوداؤد کو جو بابت حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث وفقہہ دونوں کے سرخیل تھے۔

زہد و تقویٰ:

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد وعبادت اور یقین وتوکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ورع وتقویٰ، عفت وعبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لیے اس کو کشادہ بنالیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لیے اس کو تنگ ہی رکھا۔

ع جو گنج قناعت میں ہیں تقدیر پر شاکر

ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

آپ کے فضل وکمال کا اعتراف:

ابوداؤد کو علم وعمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا چنانچہ حافظ موسیٰ بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد بلاشک وریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

اہل اللہ کی سچی عقیدت:

احمد بن محمد بن لیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری جو اس زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا: امام صاحب میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے وعدہ کرلیا انہوں نے کہا کہ جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں اس کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں ذرا آپ اسے باہر نکالیں چنانچہ آپ نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی اور حضرت

سہل نے اس کو بوسہ دیا۔

وفات:

امام ابوداؤد نے تہتر سال کی عمر پا کر سولہ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے۔یوم وفات روز جمعہ ہے۔

ع مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا (اقبال)

تصنیفات :

امام ابوداؤد نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے جس کی مجمل فہرست درج ذیل ہے۔ مراسیل۔ الرد علی القدریہ۔ الناسخ والمنسوخ۔ ماتضر وبہ اہل الامصار۔ فضائل الانصار۔ مسند مالک بن انس۔ المسائل معرفۃ الاوقات۔ کتاب بدء الوحی سنن۔ ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی سنن ہے۔

ایک سبق، ایک درس

میں پریشان تھا کہ آخر اس کو اپنا شاپنگ بیگ یاد کیوں نہیں آیا۔...؟

گاہک کے دکان سے چلے جانے کے بعد میری نظر اس شاپنگ بیگ پر پڑی۔ میں فوراً اٹھ کر دکان سے نکل آیا۔ دائیں بائیں دور تک نظریں دوڑائیں، لیکن وہ گاہک کہیں نظر نہ آیا۔ اب تو میں گھبرا گیا۔ میں نے جلدی سے اس شاپر کو ٹٹولا اس میں کچھ کپڑے ٹھونسے گئے تھے۔ ان کپڑوں کو جلدی جلدی باہر نکال کر بنچ پر رکھا.... اور پھر میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ ان کپڑوں میں سونے کے زیورات لپیٹ کر رکھے گئے تھے۔ میں نے جلدی سے وہ کپڑے جوں کے توں اس شاپنگ بیگ میں ٹھونس دیے اور بیگ کو دکان کے سیف میں رکھ دیا۔

اب یہ اطمینان تو ہو چکا تھا کہ اس میں کوئی دھماکا خیز مواد نہیں ہے.... بس سونے کے زیورات ہیں اور ظاہر ہے.... کچھ دیر میں زیورات کا مالک واپس آنے والا ہو گا.... لہٰذا میں مطمئن ہو کر بیٹھ گیا.... پھر جوں جوں وقت

گزرنے لگا، پریشانی ایک بار پھر مجھے اپنے حصار میں لینے لگی۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر اس شخص کو اپنا شاپنگ بیگ اب تک کیوں یاد نہیں آیا۔ وہ تو عام چیزوں کا بیگ تو تھا نہیں.... اس میں تو سونے کے زیورات تھے اور میرے اندازے کے مطابق زیورات اتنے کم نہیں تھے۔ کم از کم دس تولے کے تو ضرور تھے.... اور آج کل دس تولے سونے کی قیمت تین ساڑھے تین لاکھ بنتی ہے وہ شخص اتنی بڑی رقم کی چیز کیسے بھول گیا۔

وہ دن اس الجھن میں گزر گیا۔ دوسرے دن بھی وہ گاہک نہ آیا.... اب تو میری الجھن حد درجے بڑھ گئی.... سب سے بڑی الجھن یہ تھی کہ اسے اب تک اپنے زیورات کیوں یاد نہیں آئے۔ وہ انہیں بھول کیسے گیا؟

تیسرا دن بھی گزر گیا.... پھر تو دن ایک ایک کر کے گزرتے چلے گئے.... میری الجھن کا کیا پوچھنا، بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی.... آخر میں نے ایک عالم دین سے اس بارے میں پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے.... انہیں میں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ معاملہ ایک بڑی رقم کا ہے۔ انہوں نے کہا۔

"ایک ماہ تک انتظار کریں، رقم کا مالک نہ آئے تو اس کی طرف سے صدقہ کر دیں۔" اب میں نے ان سے پوچھا۔

"اور اگر نقدی زیادہ ہو.... ہو سکتا ہے.... وہ اس رقم سے اپنی بیٹی کا زیور خریدنے نکلا ہو اور میری دکان سے نکلنے کے بعد اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا.... اور کچھ مدت بعد وہ مر جائے.... اس صورت میں کیا ہو گا؟"

★

اس کے جواب میں عالم دین نے کہا۔

”صورت حال اگر یہ ہے تو ابھی آپ اس امانت کو جوں کا توں رکھیں۔“

مجھے یہ بات پسند آئی۔ میں نے اس شاپر کو اپنے سیف کے ایک خفیہ خانے میں رکھ دیا.... دن گزرتے چلے گئے.... یہاں تک کہ تین سال بعد ایک پریشان حال شخص میری دکان میں داخل ہوا.... وہ کافی دیر تک میری طرف دیکھتا رہا۔ میں سمجھ نہ سکا کہ وہ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہا ہے.... آخر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے کہا۔

”آپ میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟“

”تین سال پہلے کا ایک دن یاد کرانے چلا ہوں.... میں یہاں آیا تھا.... کچھ کپڑا دیکھا تھا، پسند نہیں آیا تھا۔ اس لیے کچھ خریدے بغیر دکان سے نکل گیا تھا.... اور میں اپنا شاپنگ بیگ یہیں چھوڑ گیا تھا....“ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا....

اب میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا.... دیکھتا چلا گیا۔ پھر بولا۔

”اس میں کیا تھا....؟“

”سونے کے زیورات تھے۔“ وہ بولا۔

”اور آپ فوری طور پر واپس کیوں نہ آئے.... سونے کے زیورات کو آپ بھول کیسے گئے۔“

”اس لیے کہ اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ جو شاپنگ بیگ میں آپ کی دکان پر چھوڑ آیا ہوں.... اس میں زیورات ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ میں حیرت زدہ رہ گیا، کیونکہ یہ اس نے ایک اور عجیب بات کہہ دی تھی۔

”ہاں! یہی بات ہے.... مجھے معلوم نہیں تھا.... دراصل وہ بیگ میرا نہیں تھا۔ کسی سے بدل گیا تھا۔ آپ کی دکان سے پہلے میں ایک اور دکان پر کپڑا دیکھنے کے لیے گیا تھا.... وہاں میں جس گاہک کے ساتھ بیٹھا اس کے پاس بھی ویسا ہی شاپنگ بیگ تھا.... لیکن اس وقت نہ اس نے اس بات کی طرف دھیان دیا، نہ میں نے.... میں اس سے پہلے دکان سے نکل آیا اور آپ کی دکان میں آ گیا۔ جب کہ جس کا وہ بیگ تھا، وہ اس دکان میں کافی دیر رکا رہا.... پھر وہ میرا والا بیگ اٹھا کر چلا گیا.... اسے یہ بات اپنے گھر جا کر معلوم ہوئی.... اب تو وہ سر پیٹ کر رہ گیا.... اور میں آپ کے پاس اس لیے نہیں آیا کہ میرے بیگ میں بے کار اور پرانے کپڑے تھے.... اور گاؤں سے آنا میرے لیے مشکل تھا.... لہٰذا میں نے اس بیگ کو سر سے جھٹک دیا، جب کہ زیورات کا مالک پاگلوں کی طرح اپنا بیگ تلاش کرتا رہا۔ سب سے پہلے وہ اس دکان پر گیا۔ جس میں وہ اور میں جمع ہو گئے تھے۔ دکان دار نے اسے بتایا کہ

★

اسے کوئی بیگ نہیں ملا۔ اب وہ بے چارہ کیا کہتا.... وہاں سے بے یقینی کے عالم میں گھر آ گیا۔ جو بیگ وہ غلطی سے لے آیا تھا، اس نے اس کی چیزوں کو دیکھا۔ اس میں صرف پرانے کپڑے تھے۔ اس نے جان لیا کہ دراصل اس کا بیگ بدل گیا ہے.... اور ایسا بھول میں ہوا ہے۔ اب اس نے اخبارات میں اشتہارات شروع کیے.... لوگوں سے ذکر کرتا رہا.... کرتا رہا آخر اس کا یہ ذکر مجھ تک پہنچ گیا.... میں تو اپنے بیگ کو قریب قریب بھول ہی گیا تھا، کیونکہ اس میں تو کوئی خاص چیز تھی نہیں.... لیکن یہ ساری کہانی سن کر مجھے یاد آ گیا۔ میں تو تین سال پہلے اپنا شاپنگ بیگ ایک دکان پر بھول آیا تھا.... کہیں وہ بیگ اس بے چارے کا تو نہیں تھا۔ بس اس خیال کا آنا تھا کہ میں سیدھا یہاں چلا آیا۔ ابھی میں اس سے نہیں ملا ہوں.... کیونکہ پہلے میں یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ ایسا ہوا ہے، پھر آپ کے بارے میں بھی تو طرح طرح کے خیالات آتے رہے ہیں۔ یہ کہ بھلا آج کل اتنے دیانت دار لوگ کہاں ملتے ہیں۔ میرا مطلب یہ کہ امید نہیں تھی.... لیکن پھر بھی چلا آیا کہ کیا خبر.... میں اسے یہ خوشی دے سکوں۔"

اس کے خاموش ہونے پر میں بولے بغیر اٹھا اور سیف میں سے بیگ نکال کر اس کے آگے رکھ دیا۔ اس کی حیرت قابل دید تھی.... اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا.... پھر وہ اٹھا اور بے اختیار مجھ سے لپٹ گیا۔ کتنی ہی دیر وہ میری دیانتداری پر تبصرہ کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"اب مجھے یہ امانت اس تک پہنچانی ہے.... جو اس کے لیے تین سال سے دربدر پھر رہا ہے۔"

"میری خواہش ہے.... میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں.... آپ تو اس معاملے میں برابر کے شریک ہیں.... اور یہ آپ ہی کی ذات ہے.... جس کی وجہ سے آج ہم یہ زیورات دینے کے قابل ہیں.... شوق سے چلیے۔"

میں نے دکان بند کی اور اس کے ساتھ چل پڑا.... کئی گھنٹوں کے سفر کے بعد ہم اس گاؤں میں پہنچے اور پھر اس کے گھر کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے ہمارے دل دھک دھک کر رہے تھے۔ ہم سوچ رہے تھے.... ہم جو اسے یہ خوشی دے رہے ہیں ۔ وہ اسے سنبھال بھی پائے گا یا نہیں.... آخر دروازہ کھلا.... وہ باہر نکلا۔ وہ برسوں کا بیمار لگ رہا تھا.... ایک مسلسل تلاش نے اسے گویا ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا تھا۔ حسرت اور یاس نے اس کے چہرے پر ڈیرہ جما لیا تھا.... اس نے ہم دونوں کے چہروں پر ایک نظر ڈالی.... پھر بولا۔

"فرمائیے! آپ کون ہیں.... مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ کی تلاش کامیاب ہو گئی.... آج ہم آپ کی امانت آپ کی لوٹا رہے ہیں.... یہ ہیں آپ کے زیورات۔"

★

یہ کہتے ہوئے میں نے اس کا بیگ اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا.... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا شاید اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

”کیا.... کیا واقعی.... اس میں میری بچی کے زیورات ہیں۔“

”ہاں بابا....“ ہم دونوں بولے۔

اس نے پاگلوں کے سے انداز میں بیگ جھپٹ لیا، پھر اسے الٹ دیا.... اور کپڑوں سے نکلنے والے زیورات کو تک کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے.... اس کا رونا ہم سے دیکھا نہ گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ رونے لگے.... یہ رونا اس قدر خوشی کا رونا تھا کہ روکے نہیں رک رہا تھا.... ہمیں ایک بے پایاں خوشی ملی تھی.... یہ خوشی ان آنسوؤں کے بغیر نظر آ ہی نہیں سکتی تھی۔

نظم

میں کیا بنوں گا

حفیظ جالندھریؒ

مجھے ایک ننھا سا لڑکا نہ سمجھو
مجھے کھیلنے ہی کا شیدا نہ سمجھو
میں طاقت میں رستم سے بہتر بنوں گا
میں پڑھ لکھ کے اوروں کا رہبر بنوں گا
سبق نیکیوں کے مجھے یاد ہوں گے
بہت مجھ سے خوش میرے اُستاد ہوں گے
سچائی سے ہرگز نہ شرماؤں گا میں
مصیبت میں بالکل نہ گھبراؤں گا میں
مری گفتگو ہو گی ساری کی ساری
میں بولوں گا محفل میں جب اپنی باری
نہ میں دل دکھانے کی باتیں کروں گا
میں بلکہ ہنسانے کی باتیں کروں گا

مجھے اس قدر بھولا بھالا نہ سمجھو
سمجھتے ہو ایسا تو ایسا نہ سمجھو
بہادر بنوں گا دلاور بنوں گا
ارسطو بنوں گا سکندر بنوں گا
بہت سے ہنر مجھ سے ایجاد ہوں گے
عزیز اور ماں باپ سب شاد ہوں گے
بھلائی ہر اک سے کئے جاؤں گا میں
بُرائی کی راہوں سے کتراؤں گا میں
بہت اچھی اچھی بہت پیاری پیاری
تو ہو گی مری بات میں پائداری
نہ ہرگز رلانے کی باتیں کروں گا
دلوں کو ملانے کی باتیں کروں گا

★

دلچسپ اور عجیب

نیوزی لینڈ :

سائنسدانوں نے کہاہے کہ انہوں نے نیوزی لینڈ کے ساحلوں کے قریب گہرے پانی میں تین نئی اقسام کی شارک دیکھی ہیں جو اندھیرے میں چمکتی ہیں۔

ان میں سے کائٹ فن شارک بھی شامل جسے کرہِ ارض پر دمکنے والے سب سے بڑے فقاریئے (ورٹیبریٹ) کا اعزاز حاصل ہوچکا ہے۔ یہ شارک چھ فٹ کے قریب تک بڑی ہوسکتی ہے جو 180 سینٹی میٹر کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ بلیک بیری لینٹرن شارک اور سدرن لینٹرن شارک میں بھی چمک دیکھی گئی ہے۔

اگرچہ سائنسداں پہلے بھی ان تمام انواع سے واقف تھے لیکن کسی نے بھی ان شارک میں چمک نوٹ نہیں کی تھی۔ یہ مظہر حیاتیاتی دمک یا بایولیومنیسینس کہلاتا ہے۔ ہم جگنوؤں، جیلی فش اور دیگر بہت سے

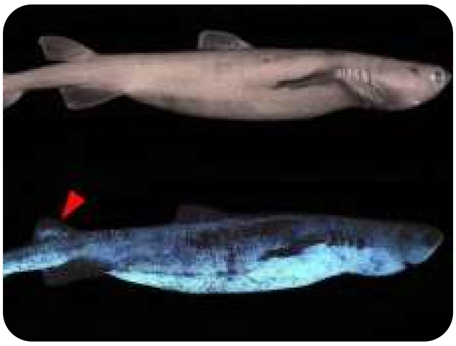

جانداروں میں یہ مظہر دیکھتے رہے ہیں۔ لیکن ان تمام شارک کے پیٹ کا نچلے حصے دمکتے ہیں۔ یہ خاصیت انہیں حملہ آوروں سے بچاتی ہیں۔

سائنسدانوں نے بتایا کہ حیاتی کیمیائی روشنی شارک کے پیٹ پر موجود ہزاروں ایسے خلیات سے خارج ہوتی ہے جو رات میں روشنی خارج کرتے ہیں۔ ان خلیات کو فوٹوفورس کہا جاتا ہے جو اس کی جلد پر جابجا موجود ہوتے ہیں۔

جن مقامات پر یہ تمام شارکس ملی ہیں وہ میسو پلیجِک زون کہلاتا ہے جو سمندر میں 200 سے 1000 میٹر گہرا ہوتا ہے اور یہاں چھپنے کی جگہ کم کم ہوتی ہے اسی وجہ سے شارک نے چمکنے دمکنے کی صلاحیت پیدا کرلی ہے۔

اس تحقیق میں نیوزی لینڈ کے قومی آبی وفضائی انسٹی ٹیوٹ اور بیلجیئم کی کیتھولِک یونیورسٹی نے اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔

★

"نقل" تعلیمی نظام کی بڑی خامی

کسی بھی قوم کی ترقی کا راز تعلیمی نظام میں پوشیدہ ہے۔ تعلیمی نظام جس قدر پختہ اور عمدہ ہو گا، قوم اس قدر مضبوط اور ترقی یافتہ ہو گی۔ تعلیم کے بغیر کسی قوم نے کبھی ترقی نہیں کی۔ جس قوم کو بھی ترقی کے بلند مدارج پر دیکھا گیا اور اس کی وجوہات پر غور کیا گیا تو اس ترقی کا سبب تعلیم ہی نظر آیا۔ اس کے ساتھ ہی نظام تعلیم کمزور ہو تو اس قوم کے زوال میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ پاکستان میں بد قسمتی سے تعلیمی ترقی پر خاص توجہ نہیں دی گئی۔ نئے نظام تعلیم اور قومی مقاصد سے ہم آہنگ نظام تعلیم تو دور کی بات اسی فرسودہ نظام میں اتنی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں کہ نوجوانوں کے پاس بڑی ڈگریاں تو ہیں لیکن شعور نہیں۔ اس کی بے شمار وجوہات میں سے ایک بڑا سبب نقل ہے۔ تعلیمی نظام کو کھوکھلا کرنے میں نقل نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اور سب سے پہلے کتابوں کی گائیڈز، شیٹ پیپرز، خلاصے وجود میں آئیں۔ اور ان کا استعمال اپنی صلاحیت کو بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ ان پر نقل کا دارومدار، بن چکا ہے۔ اور اصل کتب تو طلباء شاذونادر ہی دیکھتے ہیں۔ چند سال قبل تک نقل کا رجحان عموماً میٹرک اور اس کے بعد کے امتحانات میں دیکھنے میں آتا ہے۔ مگر اب یہ خطرناک رجحان بڑھتے بڑھتے مڈل لیول اور سکول کے امتحانوں تک آ گیا ہے۔ سکول میں پڑھنے کے بعد گھر میں پڑھنے کا تصور آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ٹیوشن سنٹرز میں پڑھنے والے طلباء اپنے سنٹرز منتخب کرنے سے پہلے یہ ضرور دیکھتے ہیں کہ ان اساتذہ کی رسائی امتحانی بورڈ تک کتنی ہے۔ نقل کی کئی وجوہات ہیں، اساتذہ کی کمی کے باعث کورس پڑھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ لہٰذا آخر میں نقل ہی کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ بعض اوقات استاد موجود ہوتا ہے مگر اس صلاحیت کا اہل نہیں ہوتا کہ اچھے طریقے سے طلباء کو پڑھا سکے۔ ایف ایس سی میں حاصل کردہ نمبروں کی بنیادوں پر میڈیکل اور انجینئرنگ کالجز میں داخلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس امتحان میں نقل کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس میں لوگ باقاعدہ منصوبہ بندی سے نقل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی اس مکروہ کام میں مصروف ہوتے ہیں جن کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور سارا امتحانی نظام مشکوک اور غیر شفاف ہو جاتا ہے۔ انہی پس پردہ محرکات کے باعث ہی اساتذہ میں وہ جوش نہیں رہتا جو کبھی استاد کا خاصہ ہوتا تھا۔ پورا سال گھوم پھر کر اور آوارہ گردی کرتے رہنے والے کو پتہ ہوتا ہے کہ امتحان میں نقل کے باعث کامیابی یقینی ہے۔ اگر انہیں یقین ہو کہ امتحان شفاف ہوں گے۔ تو وہ پڑھنے پر مجبور ہوں گے۔ کورس کا طویل ہونا بھی بعض اوقات نقل کے رجحان کو فروغ دینے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

★

تعلیمی اداوں کی طویل تعطیلات کے باعث کورس مکمل نہیں ہو سکتا اس لئے طلباء میں نقل کا رجحان بڑھتا ہے۔ نقل کے ذریعے پاس ہونے والے نوجوان معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ ان کے پاس سند تو ہوتی ہے مگر کسی کام کے اہل نہیں ہوتے اور ملازمت کے حصول میں ناکام رہتے ہیں۔ منفی سرگرمیوں کی طرف مائل ہوتے ہیں، بعض اوقات جرائم کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

اس میں قصور کس کا ہے؟

حکومت کا؟

اساتذہ کا؟

طلباء کا؟

یا معاشرے کا؟

حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو سارا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہے اور نقل کے لئے بھی سارے طبقات قصوروار ہیں۔ نقل کے نقصانات میں زیادہ نقصان ان غریب طلباء کو ہوتا ہے۔ جو سارا سال اپنی محنت اور کوشش سے تیاری کرتے ہیں مگر نقل کے باعث نالائق طلباء زیادہ نمبر لے جاتے ہیں۔ اور محنتی طلباء کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ ہماری آنے والی نسلوں کا مستقبل داؤ پر لگ گیا ہے۔ امتحانی نظام میں انفرادی سطح پر بورڈ، یونیورسٹی میں کئی بار کوشش ہوئی ہیں۔ اگر ان کوششوں کی پذیرائی عوامی سطح پر کی جائے تو مجموعی بہتری کی صورتحال پیدا ہو سکتی ہے۔

حکومت اور خصوصی طور پر محکمہ تعلیم توجہ دے تو تعلیمی بہتری کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں، اساتذہ اپنے طلباء میں تعلیم کے ساتھ ساتھ نقل سے نفرت پیدا کریں، جبکہ والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نقل کی لعنت سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ نقل کے خاتمے کے لئے ایک عمدہ طریقہ میرٹ پر ملازمتوں کا حصول ممکن بنایا جائے۔ اگر ہر طالبعلم کو یقین ہو کہ مطلوبہ قابلیت واہمیت کے بغیر ملازمت کا حصول کسی طرح ممکن نہیں تو یقیناوہ محنت کی طرف راغب ہو گا۔ اور نقل سے دور رہے گا۔ میڈیا بھی نقل کے رجحان کے خلاف موثر کام کر سکتا ہے۔

★

ابو سفیان کا قبولِ اسلام

مکہّ میں ابوسفیان بہت بے چین تھا ، آج کچھ ہونے والا ہے“(وہ بڑبڑایا)اسکی نظر آسمان کی طرف بار بار اٹھ رہی تھی ۔

اسکی بیوی "ہند" جس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا تھا اسکی پریشانی دیکھ کر اسکے پاس آگئی تھی۔

"کیا بات ہے؟ کیوں پریشان ہو ؟"

"ہوں؟”ابوُسفیان چونکا۔کچُھ نہیں۔۔“طبیعت گھبرا رہی ہے میں ذرا گھوُم کر آتا ہوُں"وہ یہ کہہ کر گھر کے بیرونی دروازے سے باہر نکل گیا،

مکہّ کی گلیوں میں سے گھومتے گھومتے وہ اسکی حد تک پہنچ گیا تھا۔اچانک اسکی نظر شہر سے باہر ایک وسیع میدان پر پڑی ،

ہزاروں مشعلیں روشن تھیں،لوگوں کی چہل پہل انکی روشنی میں نظر آرہی تھی۔اور بھنبھناھٹ کی آواز تھی جیسے سینکڑوں لوگ دھیمی آواز میں کچھ پڑھ رہے ہوں۔

اسکا دل دھک سے رہ گیا تھا۔۔۔

اس نے فیصلہ کیا کہ وہ قریب جاکر دیکھے گا کہ یہ کون لوگ ہیں۔اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا کہ مکہّ کے لوگ تو غافلوں کی نیند سو رہے ہیں اور یہ لشکر یقیناً مکہّ پر چڑھائی کیلیئے ہی آیا ہے۔وہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ کون ہیں ؟

وہ آہستہ آہستہ اوٹ لیتا اس لشکر کے کافی قریب پہنچ چکا تھا۔کچھ لوگوں کو اس نے پہچان لیا تھا۔یہ اسکے اپنے ہی لوگ تھے جو مسلمان ہو چکے تھے اور مدینہ ہجرت کر چکے تھے۔اس کا دل ڈوب رہا تھا،وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ لشکر مسلمانوں کا ہے

اور یقیناً "محمدّ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کیساتھ مکہّ آپہنچے تھے ۔"

وہ چھپ کر حالات کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ عقب سے کسی نے اسکی گردن پر تلوار رکھ دی۔

اسکا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔لشکر کے پہرے داروں نے اسے پکڑ لیا تھا۔اور اب اسے "بارگاہ محمدّ صلی اللہ علیہ وسلم میں لیکر جارہے تھے"

اسکا ایک ایک قدم کئی کئی من کا ہو چکا تھا۔ہر قدم پر اسے اپنے کرتوت یاد آرہے تھے۔جنگ بدّر،احد،خندق،خیبر سب اسکی آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھیں۔ ★

اسے یاد آرہا تھا کہ اس نے کیسے سرداران مکہ کو اکٹھا کیا تھا "محمدؐ کو قتل کرنے کیلئے"

کیسے نجاشی کے دربار میں جاکر تقریر کی تھی کہ ----

"یہ مسلمان ہمارے غلام اور باغی ہیں انکو ہمیں واپس دو"

کیسے اسکی بیوی ہندہ نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو اپنے غلام حبشی کے ذریعے شہید کرواکر انکا سینہ چاک کرکے انکا کلیجہ نکال کر چبایا اور ناک اور کان کاٹ کر گلے میں ہار بنا کر ڈالے تھے۔

اور اب اسے اسی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جارہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اسکی روایات کے مطابق اُس جیسے "دہشت گرد" کو فوراً تہہ تیغ کردیا جائے گا۔

اُدھر ----

"بارگاہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے اور صبح کے اقدامات کے بارے میں مشاورت چل رہی تھی کہ کسی نے آکر ابوسفیان کی گرفتاری کی خبر دے دی۔

"اللہ اکبر" خیمہ میں نعرہ تکبیر بلند ہوا۔

ابوسفیان کی گرفتاری ایک بہت بڑی خبر اور کامیابی تھی۔ خیمہ میں موجود عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور تلوار کو میان سے نکال کر انتہائی جوش کے عالم میں بولے۔

"اس بدبخت کو قتل کردینا چاہیے شروع سے سارے فساد کی جڑ یہی رہا ہے"

چہرہ مبارک رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر تبسّم نمودار ہوا۔ اور انکی دلوں میں اترتی ہوئی آواز گونجی:

"بیٹھ جاؤ عمر۔۔ اسے آنے دو"

عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ آنکھوں میں غیض لیئے حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں بیٹھ تو گئے لیکن ان کے چہرے کی سرخی بتا رہی تھی کہ انکا بس چلتا تو ابوسفیان کے ٹکڑے کرڈالتے۔

اتنے میں پہرے داروں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی

اجازت ملنے پر ابوسفیان کو رحمت اللعالمین کے سامنے اس حال میں پیش کیا گیا کہ اسکے ہاتھ اسی کے عمامے سے اسکی پشت پر بندھے ہوئے تھے، چہرے کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی اور اسکی آنکھوں میں موت کے سائے لہرا رہے تھے۔۔۔

★

لب ہائے رسالت مآب ﷺ وا ہوئے ۔۔۔

اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ایک عجیب جملہ سنا:

"اسکے ہاتھ کھول دو اور اسکو پانی پلاؤ، بیٹھ جاؤ ابوسفیان ۔۔!!!!!!!!"

ابوسفیان ہارے ہوئے جواری کی طرح گرنے کے انداز میں خیمہ کے فرش پر بچھے قالین پر بیٹھ گیا ۔

پانی پی کر اسکو کچھ حوصلہ ہوا تو نظر اٹھا کر خیمہ میں موجود لوگوں کی طرف دیکھا۔ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی آنکھیں غصّہ سے سرخ تھیں۔

ابو بکر ابن قحافہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اسکے لیئے افسوس کا تاثر تھا

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر عزیز داری کی ہمدردی اور افسوس کا ملا جلا تاثر تھا

علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا چہرہ سپاٹ تھا

اسی طرح باقی تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں کو دیکھتا دیکھتا آخر اسکی نظر محمّد ﷺ کے چہرہ مبارک پر آکر ٹھہر گئی

جہاں جلالت و رحمت کے خوبصورت امتزاج کیساتھ کائنات کی خوبصورت ترین مسکراہٹ تھی۔

" کہو ابوسفیان ؟ کیسے آنا ہوا ؟؟"

ابوسفیان کے گلے میں جیسے آواز ہی نہیں رہی تھی ۔۔۔

بہت ہمّت کر کے بولا ۔۔"مم ۔۔ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں ؟؟"

عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ایک بار پھر اٹھ کھڑے ہوئے

"یارسول اللہ ﷺ یہ شخص مکّاری کر رہا ہے، جان بچانے کیلئے اسلام قبول کرنا چاہتا ہے، مجھے اجازت دیجیئے، میں آج اس دشمن ازلی کا خاتمہ کر ہی دوں ۔۔۔"

رسالت مآب ﷺ نے نرمی سے پھر فرمایا

"بیٹھ جاؤ عمر ۔۔۔"

"بولو ابوسفیان ۔۔ کیا تم واقعی اسلام قبول کرنا چاہتے ہو ؟"

"جج۔۔جی یارسول اللہ ﷺ ۔۔میں اسلام قبول کرناچاہتاہوں۔میں سمجھ گیاہوں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا دین سچّا ہے اور آپ ﷺ کا خدا بھی سچّاہے، اسکا وعدہ پورا ہوا۔میں جان گیاہوں کہ صبح مکہّ کو فتح ہونے سے کوئی نہیں بچاسکے گا"

چہرہ رسالت مآب ﷺ پر مسکراہٹ پھیلی ۔۔۔۔۔

"ٹھیک ہے ابوسفیان ۔۔تومیں تمہیں اسلام کی دعوت دیتاہوں اور تمہاری درخواست قبول کرتاہوں جاؤتم آزاد ہو، صبح ہم مکہّ میں داخل ہونگے انشاء اللہ۔میں تمہارے گھر کو جہاں آج تک اسلام اور ہمارے خلاف سازشیں ہوتی رہیں، جائے امن قرار دیتاہوں، جو تمہارے گھر میں پناہ لے لے گا وہ محفوظ ہے"

ابوسفیان کی آنکھیں حیرت سے پھٹتی جارہی تھیں۔

"اور مکہّ والوں سے کہنا۔۔جو بیت اللہ میں داخل ہوگیااسکو امان ہے، جو اپنی کسی عبادت گاہ میں چلاگیا، اسکوامان ہے، یہاں تک کہ جو اپنے گھروں میں بیٹھارہااسکو بھی امان ہے ، جاؤابوسفیان۔۔۔جاؤاور جاکر صبح ہماری آمد کا انتظار کرو۔اور کہنامکہّ والوں سے کہ ہاری کوئی تلوار میان سے باہر نہیں ہوگی، ہماراکوئی تیر ترکش سے باہر نہیں ہوگا، ہماراکوئی نیزہ کسی کی طرف سیدھانہیں ہوگاجب تک کہ کوئی ہمارے ساتھ لڑنانہ چاہے"

ابوسفیان نے حیرت سے محمدّ ﷺ کی طرف دیکھااور کانپتے ہوئے ہونٹوں سے بولناشروع کیا ۔۔۔

"اشھدان لاالہٰ الا اللہ واشھدان محمدّ عبدہُ ورسولہ"

سب سے پہلے عمرابن خطاب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔۔اور ابوسفیان کو گلے سے لگایا

"مرحبااے ابوسفیان، اب سے تم ہمارے دینی بھائی ہوگئے، تمہاری جان، مال ہمارے اوپرویسے ہی حرام ہوگیاجیساکہ ہر مسلمان کادوسرے پر حرام ہے، تم کومبارک ہوکہ تمہاری پچھلی ساری خطائیں معاف کردی گئیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے پچھلے گناہ معاف فرمائے"

ابوسفیان حیرت سے خطاب کے بیٹے کو دیکھ رہاتھا۔۔۔

یہ وہی تھاکہ چند لمحے پہلے جسکی آنکھوں میں اس کیلئے شدید نفرت اور غصہّ تھااور جو اسکی جان لیناچاہتاتھا

اب وہی اسکو گلے سے لگاکر بھائی بول رہاتھا ؟

یہ کیسادین ہے ؟

★

یہ کیسے لوگ ہیں ؟

سب سے گلے مل کر اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر بوسہ دے کر ابوسفیان خیمہ سے باہر نکل گیا۔

"وہ دہشت گرد ابوسفیان کہ جس کے شر سے مسلمان آج تک تنگ تھے انہی کے درمیان سے سلامتی سے گزرتا ہوا جارہا تھا، جہاں سے گزرتا، اس اسلامی لشکر کا ہر فرد، ہر جنگجو، ہر سپاہی جو تھوڑی دیر پہلے اسکی جان کے دشمن تھے اب آگے بڑھ بڑھ کر اس سے مصافحہ کر رہے تھے، اسے مبارکباد دے رہے تھے، خوش آمدید کہہ رہے تھے ۔۔"

اگلے دن ۔۔۔۔۔۔

مکہ شہر کی حد پر جو لوگ کھڑے تھے ان میں سب سے نمایاں ابوسفیان تھا۔

مسلمانوں کا لشکر مکہ میں داخل ہو چکا تھا

کسی ایک تلوار، کسی ایک نیزے کی کمانی، کسی ایک تیر کی نوک پر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا

لشکر اسلام کو ہدایات مل چکی تھیں

کسی کے گھر میں داخل مت ہونا

کسی کی عبادت گاہ کو نقصان مت پہنچانا

کسی کا پیچھا مت کرنا

عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا

کسی کا مال نہ لوٹنا

بلال حبشی آگے آگے اعلان کرتا جارہا تھا

"مکہ والو۔۔۔ رسول خدا ﷺ کی طرف سے آج تم سب کیلئے عام معافی کا اعلان ہے۔ کسی سے اسکے سابقہ اعمال کی باز پرس نہیں کی جائے گی ۔ جو اسلام قبول کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے جو نہ کرنا چاہے وہ اپنے سابقہ دین پر رہ سکتا ہے۔ سب کو انکے مذہب کے مطابق عبادت کی کھلی اجازت ہو گی۔ صرف مسجد الحرام اور اسکی حدود کے اندر بت پرستی کی اجازت نہیں ہو گی

کسی کا ذریعہ معاش چھینا نہیں جائے گا کسی کو اسکی ارضی و جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت مسلمان کریں گے

اے مکہ کے لوگو ۔۔۔۔" !!

ہندہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی لشکر اسلام کو گزرتے دیکھ رہی تھی۔

اسکا دل گواہی نہیں دے رہا تھا کہ "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ "کا قتل اسکو معاف کر دیا جائے گا

لیکن ابوسفیان نے تو رات یہی کہا تھا کہ ۔۔۔

"اسلام قبول کر لو۔۔ سب غلطیاں معاف ہو جائیں گی"

مکہ فتح ہو چکا تھا

بنا ظلم و تشدد، بنا خون بہائے، بنا تیر و تلوار چلائے

لوگ جوق در جوق اس آفاقی مذہب کو اختیار کرنے اور اللہ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے مسجد حرام کے صحن میں جمع ہو رہے تھے

اور تبھی مکہ والوں نے دیکھا ۔۔۔

"اس ہجوم میں ہندہ بھی شامل تھی"

یہ ہوا کرتا تھا اسلام۔۔

یہ تھی اسکی تعلیمات۔۔

یہ سکھایا تھا رحمت للعالمین ﷺ نے

نظم

گمشدہ بستی کا چہرہ
میرا چہرہ کسی گمشدہ بستی کی دیوار ہے
جہاں کا سورج ہونٹ نہیں
کہ دعائیں پڑھ سکے
صرف تمہارہ جانے والے خواب ہیں
تھکی ہوئی پرواز ہے
گمشدہ بستی کا ایک ایک گھر
چہروں کی تصویر بن گیا ہے
حادثوں میں لاشیں گرتی ہیں
زمین میں سب کچھ دبا کر ہم بھول جاتے ہیں
رات کی چھلنی میں عورتیں بوجھل ہیں
ننھے منے بچے جب چلنے لگتے ہیں
تو پہلا ظلم ان کے منہ کا ذائقہ بن جاتا ہے
گمشدہ بستی میں
کوئی دوسرا جنم نہیں لیتا
سورج آنکھ نہیں
ہونٹ نہیں
پیار نہیں
مگر ایک پیاسا سیلابی دریا ہے
بستیوں کے اوپر سے گزرتا ہوا
اکمل نوید (anwer7star)

آبگینے چھلک نہ جائیں

باجی جی یہ خرید لیں نا دیکھیں یہ آپ پر بہت اچھا لگے گا ایک نو عمر سی با حجاب لڑکی کے ہاتھ میں کچھ خوش رنگ اسکارف تھے جو وہ میری جانب ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ میرے ساتھ میری کم سن بیٹی ہانیہ بھی تھی اسکی نگاہوں میں اشتیاق سا ابھرا مگر میری توجہ کہیں اور تھی یہ بہت قیمتی اور نفیس نازک سا کام زرا پلیز اسے بہت احتیاط سے رکھیئے گا میں نے بہت فکر مندی سے ٹیلر کو سوٹ پیک ڈبے میں دیتے ہوئے تاکید کی سوٹ ڈبے کے اندر بھی مزید مضبوط بیگ میں تھا پھر بھی میری فکر دیدنی تھی۔

پھر بہت ہی خوبصورت گولڈ کا سیٹ جیولر سے خریدا اففففف سونے کی قیمت تو آسمان سے باتیں کر رہی ہے اتنا مہنگا ہو گیا ہے ایک سیٹ ہی اتنا قیمتی۔۔۔ اوپر سے اتنا نازک اور حسین۔۔۔ یا اللہ میری ہی نظر نہ لگ جائے بے حد سنبھال کر ڈبہ بند کیا، بیگ میں ڈالا اوپر مزید ایک بیگ اور کور کیا کسی کی نظروں میں نہ آجائے اتنا مہنگا سیٹ۔۔ دکان سے قدم نکالے تو بیگ کو مضبوطی سے بغل میں ہی نہیں

ہاتھوں میں بھی چھپا لیا

ابھی تو جوتا لینا بھی ہے

میری خاص الخاص شاپنگ

آخر کیوں نہ ہو میں ہوں بھی تو خاص

اپنے ماما بابا کی لاڈلی میاں جی کی چہیتی۔۔۔ ساس سسر کی منظور نظر

خاندان بھر میں ہر دلعزیز

اور میری ہر چیز سب سے اعلی سب سے نایاب

نظر نہ لگ جائے بھئ

انہی سوچوں میں غلطاں گاڑی کی طرف بڑھی تو ایک لڑکا پھر آن کھڑا ہوا

باجی جی۔۔۔ یہ لے لیں کچھ چادریں تھیں رنگ برنگی

گڑیا کے لئے ہی لے لیں اسکی نظریں ہانیہ کی طرف تھیں

میں نے سختی سے اسے گھورا۔۔۔۔ ابھی ہانیہ کا سوٹ لینا تھا۔۔۔ تیزی سے اگلی بوتیک میں داخل ہوئی۔۔۔ پھر بے حد حسین سلیو لیس میکسی پسند کر کے ہم گھر لوٹے

کسی کو نہیں دکھانا ابھی

سارا سامان گھر آتے ہی الماری میں چھپا کر رکھ دیا

ہزار دشمن تو لاکھ بد نظریں

نہ ہی کسی کو نظر آئیں تو اچھا ہے

یہ احساسات کس کے نہیں ہوتے۔۔۔خواتین میں تو عام بات ہے مگر
اپنی سب سے قیمتی نایاب متاع کی حفاظت سے غافل
گھر سے تعلیمی ادارے تک
بازار کی رنگ برنگی بھول بھلیوں میں
شادی بیاہ کی رنگین محفلوں میں
اور اب تو شومئ قسمت
چوراہوں پر
سڑکوں پر
شاپنگ مالز میں
پارکوں میں
اپنی سب سے قیمتی متاع سے غافل
میری حیا میرا وقار
میری شرم کا حصار
میری حسن کی چادر تار تار
تو کبھی میری لخت جگر
معصوم کلیوں کو میلی ہوسناک نظروں کے تیر چھلنی کر دیتے ہیں
اور میں جو چیزیں سنبھال سنبھال کر رکھنے میں اپنا جواب نہیں رکھتی یہاں مات کھا جاتی ہوں
آج ہانیہ نے جب وہ میکسی زیب تن کی ابھی ہانیہ دس سال کی ہے مگر اسکے خوبصورت گداز سفید بازو
الگ ہی بہار دکھا رہے تھے لحظہ بھر کو میں ٹھٹکی
اور جب وہ نظریں چرا کر بولی
ماما آپ لے لیتی نا وہ اسکارف۔۔۔۔مجھے نہیں پہننا یہ ایسے کپڑے۔
میں جو بہت احتیاط پسند ہوں میں بھول ہی گئی کیا سنبھالنا تھا اور کب سنبھالنا تھا
میں بھول جاتی ہوں کہ
انہی میں وہ قرینے ہیں
یہی وہ آبگینے ہیں
کہ جو گھر بھر کی زینت بھی

یہی آنکھوں کی ٹھنڈک

یہی فرحت بھی، یہی راحت بھی

انہی سے رونق محفل

انہی سے حرمت محمل

بھری شاداب دنیا میں

یہی سر سبز اک حاصل

یہی جنت کے زینے ہیں

اور نہ سنبھال پائی تو

یہی خزینے لوٹ نہ لے جائیں

آنکھوں میں شرمندگی ندامت کے آنسو ہیں آج مگر کچھ روشنی باقی تو ہے ہر چند کہ کم ہے۔۔۔۔۔۔میری بیٹی نے میری آنکھیں کھول دیں کیا آپکی بھی۔

ع حلقہ کیے بیٹھے رہو اِک شمع کو یارو

کچھ روشنی باقی تو ہے، ہر چند کہ کم ہے!

تربیت کے تین سات سال

یاد رکھنا! جب تک بچہ 7 سال کا نہیں ہو جاتا وہ چکنی مٹی کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے خیالات سے لیکر اس کے رویے سب کے سب معاشرے اور گھر کی طرف سے وجود میں آتے ہیں، وہ صرف "طوطے" ہوتے ہیں جو آپ سے سنیں گے اور جو آپ کو کرتا دیکھیں گے ویسا ہی بولنا اور ویسے ہی کرنا شروع کر دیں گے۔ بچے کے یہ 7 سال ماں کے پاس امانت ہیں، یہ ماں کی گود، اس کی آغوش اور اس کی ممتا کی گرمی کے سال ہیں۔ ماں کو خصوصا اور گھر میں موجود باقی لوگوں کو عموما اپنے روز و شب، معاملات اور معمولات بہت دیکھ بھال کر گزارنے چاہییں۔ بہت سے ایسے سر سری اور معمولی واقعات جو شاید آپ کے نزدیک سرے سے کوئی اہمیت ہی نہ رکھتے ہوں بچے ان کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں۔
ماں کی ایک ایک حرکت، باپ کی ہر ایک ادا، گھر میں موجود ہر فرد کا اس کے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ رویہ، ماں اور باپ کا آپس میں اور گھر میں موجود افراد کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق یہ سب ایک بچہ اچھی طرح نہ صرف نوٹ کرتا ہے بلکہ من و عن اس پر عمل کرنا اپنا فرض بھی سمجھتا ہے۔ آپ کبھی غور کر لیں۔ کسی بچے کو جھوٹ، غیبت اور نقل اتارنے کی تلقین نہیں کی جاتی ہے، کوئی کتاب لا کر نہیں دی جاتی، جھوٹ اور غیبت کے حق میں لیکچرز نہیں دیے جاتے، "ایکٹیویٹی بیسڈ" جھوٹ اور غیبت کی مشقیں نہیں کروائی جاتیں۔ مگر وہ یہ سب کتنے آرام سے سیکھ لیتا ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں سچ اور برائی سے روکنے کی تلقین اور لیکچرز بھی ہوتے ہیں، مشقیں بھی کروائی جاتی ہیں، کتابوں میں سے اچھے اچھے واقعات پڑھ کر بھی سنائے جاتے ہیں لیکن بچے پھر بھی جھوٹ اور برائی کی طرف ہی راغب ہوتے ہیں کیوں؟
ایک دفعہ ایک اسکول کی پرنسپل سے بچوں کے بات بے بات لڑنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کمال سادگی سے جواب دیا کہ "سر! اسلامیات ہی کیا اب تو اردو اور انگریزی تک کی کتابوں میں ہم وہ اسباق پڑھا رہے ہیں جس میں سیرت سے صلح صفائی کے واقعات مذکور ہیں". ذرا بتائیے؛
اس حادثہ وقت کو کیا نام دیا جائے؟
7 سال بچے کو پھول کی طرح رکھیں۔ آنکھوں سے لگا کر، سینے سے چمٹا کر اور اپنا بنا کر۔ اس عمر میں بچوں کو نصیحتیں نہیں کی جاتیں بلکہ نصیحتیں "دکھائی" جاتی ہیں۔ بول کر مت دکھائیے بلکہ کر کے بتائیے۔ بچے کے کسی بھی غلط عمل اور حرکت پر اسے آپ صحیح کر کے دکھائیے، بچہ اگر چھوٹی بہن یا بھائی کو مارتا ہے تو آپ اسے پیار کر لیجئے، یعنی چھوٹی بہن یا بھائی کو۔ بچہ کسی چیز کو کہیں ایسے ہی پھینکتا ہے تو آپ اس سے کچھ بھی بولے بغیر اسے جگہ پر رکھ دیجیے، بچہ پانی کے قریب نہیں جانا چاہتا اور ڈرتا ہے تو بس آپ پانی میں جائیے، پانی سے کھیلئے، کھانا نہیں کھاتا تو اسے دستر خوان پر بٹھا کر آپ خود کھانا کھائیے۔ بچے کی یہ عمر آپ کے

خاموش رہنے کی عمر ہے۔ بس غور سے دیکھیں کہ بچہ کیا اور کیوں کر رہا ہے؟ آپ کو نبی صلی اللہ وسلم کی سیرت سے بھی 7 سال تک کسی بھی قسم کی کوئی نصیحت اپنے نواسے نواسیوں کو نہیں ملے گی۔ بس کندھے پر اٹھا کر بازار میں نکل جانا، خود اپنی پیٹھ پر بٹھا کر زمین پر چلنا اور صرف پیار کرنا، حتی کہ نماز جیسی عظیم الشان عبادت میں بھی ان کے کھیل کو محبت اور پیار سے قبول کرنا، اپنی زبان کے بجائے محض عمل سے کر کے دکھانا، یہاں تک کے 7 سال سے پہلے فرض نماز کی بھی ترغیب سرے سے دین میں شامل نہیں ہے۔

اگلے سات سال یعنی 7 سے 14 یہ باپ کے پاس بچے کے امانت ہیں۔ ان سات سالوں میں بچے کو غلام کی طرح رکھیئے۔ بچے کی آدھی شخصیت اور لگ بھگ پچاس فیصد عادات اسی عمر میں کسی حد تک مکمل ہو چکی ہوتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ جب بچہ 7 سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی ترغیب دو، نماز کی نصیحت کرو، جب 9 سال کا ہو جائے تو اس کا بستر الگ کر دو، 10 سال کا ہو جائے اور پھر بھی نماز نہ پڑھے تو اس پر سختی کرو، جب 12 سال کا ہو جائے تو اس کی نگرانی شروع کر دو اور یہ نگرانی "چوکیدار اور ایجنسیوں" والی نہ ہو بلکہ اپنے پاس بچے کی پوری معلومات رکھیں۔ بچے کے شوق، اس کی دلچسپیاں، اس کے دوست، اس کے مطالعے میں رہنے والی کتابیں اور اس کی کتابوں میں بننے والی "تصویریں"۔ یہ سب کے سب آپ کے علم میں ہونا چاہیے اس عمر میں نصیحت شروع کی جائے گی لیکن محبت، ہمدردی اور تڑپ کے ساتھ، نہ کہ غصہ اور نفرت کے ساتھ۔ ذہن میں رہے کہ بچے کو ہاتھ لگانا، مارنا، بد تمیزی و بد اخلاقی کرنا، بچے کو برا بھلا کہنا اور ذہنی ٹارچر کا نشانہ بنانا بہر حال اس عمر میں بھی جائز نہیں ہے۔

بچے کی عمر کا تیسرا حصہ 14 سال سے 21 سال تک کا ہوتا ہے۔ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ چکا ہوتا ہے، اس لئے کہتے ہیں کہ اس عمر میں بچے کو دوست کی طرح رکھو۔ نادان ہیں وہ والدین اور اساتذہ جو نویں اور دسویں کے بچے بچیوں کو مارتے یا ان پر ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اس عمر میں نہ صرف ان کا جسم مضبوط ہونا شروع ہو جاتا ہے بلکہ نفس کے ساتھ بھی کشمکش شروع ہو چکی ہوتی ہے، جبکہ والدین 35 اور 40 کی عمر سے آگے نکل کر اپنے زوال کی طرف تیزی سے رواں دواں ہوتے ہیں۔ اگر آپ اپنے بچوں کے ساتھ 7 سے 14 سال والی عمر میں اپنا تعلق مضبوط نہیں کرتے تو پھر اس کے بعد باپوں کی زندگی تنہائی میں گزرتی ہے۔

عام طور پر بڑھاپے میں بچے ماں کا سہارا اور باپ کی کمزوری بن جاتے ہیں، کیونکہ باپ نے اپنی ساری زندگی "بچوں کے لئے" جو کھپا دی ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ "اگر اپنے بچے کو اچھا انسان دیکھنا چاہتے ہو تو اس پر خرچ کی جانے والی رقم کو آدھا اور دیئے جانے والے وقت کو دگنا کر دو". 14 سال کی عمر کے بعد بچوں سے "یارانہ" لگالیں۔ ان کو اپنا دوست بنائیں۔ ان کے دوستوں سے دوستی اور سہیلیوں کو بیٹی بنالیں، ان کے ساتھ اپنا تعلق اتنا مضبوط کریں کہ وہ اپنی غلط بات بھی بتانے کے لئے آپ ہی کے پاس آئیں اور آپ ایک اچھے دوست کی طرح اس کو ہمدردی کے ساتھ نصیحت کر سکیں۔ اگر وہ کسی غلط کام میں ملوث ہو گیا یا ہو گئی ہے اور اسے کوئی لڑکا یا لڑکی پسند بھی آگئی ہے تو بھی پورے حوصلے اور تحمل کے ساتھ اس کو سنیں، اس کے خیر خواہ

★

بنیں اور عمد گی سے اس کے لیے حل تلاش کریں۔ اگر کوئی قباحت نا لگے تو اس کی پسند کو پسند کر لیں ورنہ مناسب الفاظ میں اس کو سمجھا دیں۔

یاد رکھیں آپ آج اپنا روّیہ بہتر رکھیں گی، بہتر پرورش کریں گی، سنت نبوی پہ عمل پیرا ہونا سکھائیں گی تو کل یہی اولاد آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنے گی۔

بوڑھے آدمی نے محنت کا پھل کیسے پایا

کسی جگہ پر دو بوڑھے آدمی رہتے تھے۔ یہ بے چارے دونوں ایک جھونپڑی میں اس لئے رہتے تھے کہ بہت غریب تھے ان کی بیگمات اور بچے ان سے دور شہر میں رہتے تھے، روز روز کی لڑائی جھگڑے سے تنگ آ کر ان دونوں بوڑھے آدمیوں نے اکٹھے رہنے کا فیصلہ کیا۔

یہ دونوں اس لئے گھر سے جھونپڑی میں منتقل ہو گئے تھے تاکہ ان کا بڑھاپا تو آرام و سکون سے گزرے اور انہیں عمر کے آخری حصے میں کچھ تو اطمینان نصیب ہو۔ یہ دونوں بوڑھے آدمی اس لئے بھی کوئی کام نہیں کرتے تھے کہ اس بڑھاپے میں اتنی سکت اور ہمت نہیں رکھتے تھے۔
ایک دفعہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کی جگہ کے قریب مسجد سے یہ اعلان ہوا کہ کسی ماں باپ کا بچہ گم ہو گیا ہے اور جو کوئی اسے ڈھونڈ کر لائے گا اسے پچاس ہزار بطور انعام دیا جائے گا۔

جب ان دونوں بوڑھے آدمیوں کے کانوں تک یہ اعلان پہنچا تو ان میں سے ایک نے بچہ ڈھونڈنے سے انکار کر دیا جبکہ دوسرے بوڑھے نے سوچا کہ اگر وہ بچہ ڈھونڈنے کی کوشش کرے گا تو اس کے وارے نیارے ہو جائیں گے اور اسے اتنا بڑا انعام ملے گا کہ وہ اپنی باقی ساری زندگی سکھ چین سے گزار سکے گا۔
چنانچہ اگلے روز بوڑھا آدمی خود ہی بچہ ڈھونڈنے میں شہر جانے کی جدوجہد کرنے لگا اور بچے کو جھونپڑی سے لے کر شہر تک ہر جگہ تلاش کرنے لگا۔ اس دوران دوسرا بوڑھا آدمی جھونپڑی میں ہی رہا اور وہ سوچنے لگا کہ اگر اس کا دوست دوسرا بوڑھا آدمی اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو وہ اپنا نیا گھر بسا لے گا مگر اسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

دوسرا آدمی صبح سے لے کر شام تک بچے کو ڈھونڈنے میں لگا رہا اور بالآخر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوا اور بالآخر بچہ اسے مل گیا۔ وہ خوشی سے سرشار ہوا اور اس نے بچے کو گود لیا اور واپس اپنی جونپڑی میں آ کر بچہ ماں باپ کے حوالے کیا۔
بچے کے ماں باپ نے وعدہ کے مطابق 50 ہزار روپے کا چیک بوڑھے کو دیا۔ بوڑھے آدمی نے 50 ہزار روپے پا کر اتنی خوشی کا اظہار کیا کہ جس کا کوئی حساب نہیں تھا۔ بوڑھا 50 ہزار روپے پا کر واپس جھونپڑی میں گیا جہاں اس نے دیکھا کہ بوڑھا آدمی لیٹا ہوا تھا اور غالباً اسے کوئی قتل کر کے چلا گیا۔

جس آدمی نے انعام جیتا تھا وہ جھونپڑی سے نکل کر شہر کی طرف چلا گیا اور اس نے وہاں ایک گھر خریدا اور خوشی سے رہنے لگا۔ بچو! اس طرح اُس نے محنت کی وجہ سے اپنی زندگی آسان بنالی۔ ★

بھیڑیے کے کان

یہ ان دنوں کی بات ہے جب جانور اور انسان ایک جیسی بولی بولتے اور ایک دوسرے کی بات بخوبی سمجھ لیتے تھے ایک کچھوا اور گلہری اچھے دوست تھے بہت سے لوگوں کے لیے ان کی دوستی عجیب تھی اس لیے کہ دونوں جانوروں میں کوئی بات ایک جیسی نہیں تھی، تاہم کچھوا اور گلہری اچھی طرح سے جانتے تھے کہ ہم دونوں میں بہت سی عادتیں ملتی جلتی ہیں۔

ایک یہ کہ دونوں کو کسی معاملے میں جلدی نہیں ہوتی دوسرا یہ کہ دونوں کو بیر کھانا پسند ہے جب وہ بیر کے درخت کے قریب جاتے تو گلہری درخت پر چڑھ جاتی اور عمدہ پکے ہوئے بیر کُتر کُتر کر کھانے لگتی پھر جب اس کا پیٹ بھر جاتا تو وہ بیر شاخوں سے توڑ کر نیچے گرانا شروع کر دیتی کچھوا جو نیچے منہ اُٹھائے کھڑا ہوتا وہ ان بیروں کو کھانا شروع کر دیتا اسے بھی رسیلے اور میٹھے بیر بہت پسند تھے ایک روز کچھوا بیر کھا رہا تھا کہ ایک بھیڑیاں وہاں آ گیا کچھوے کو بیر کھاتے دیکھا تو اس نے خود بھی بغیر محنت بیر کھانے کا منصوبہ بنایا وہ دبے قدموں کچھوے کی پشت پر پہنچ گیا جب گلہری نے اوپر سے بیر گرایا تو کچھوے نے اپنا منہ کھول دیا اور آنکھیں بند کر لیں مگر بیر اس کے منہ میں نہیں گرا اس لیے کہ بھیڑیے نے اُچھل کر اس بیر کو اپنے منہ میں لے لیا جب کئی بیر بھیڑیے کے منہ میں پہنچ گئے تو کچھوا رگلہری پر خفا ہونے لگا گلہری اوپر سے بھیڑیے کی کارستانی دیکھ رہی تھی اس نے کچھوے سے تو کچھ نہیں کہا البتہ بھیڑیے کو سبق سکھانے کے لئے ایک بہت بڑا بیر توڑا اور اسے درخت سے گرا دیا بھیڑیا پہلے کی طرح اچھلا اور اس نے بیر کو اپنے منہ میں لے لیا لیکن وہ بیر چوں کا بڑا تھا اور پوری طاقت سے گرا تھا اس لئے وہ سیدھا اس کے حلق تک چلا گیا اور وہاں جا کر پھنس گیا بھیڑیے نے بہت کوشش کی مگر وہ بیر اس کے حلق سے نہ نکلا اور سانس نہ ہونے کی وجہ سے وہ مر گیا تھوڑی دیر بعد کچھوے نے آنکھیں کھولی تو بھیڑیے کو مردہ پایا اس کی سمجھ میں ساری بات آ گئی کہ بیر کہاں جا رہے تھے اور وہ بھوکا کیوں رہ گیا اس نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا تم نے گلہری کی محنت سے فائدہ اُٹھا کر اپنا پیٹ بھرنا چاہا اور اس سے اجازت نہیں لی تھی تمہاری یہی سزا ہونی چاہیے تھی اس زمانے میں دستور تھا کہ فاتح مفتوح کے جسم کا کوئی بھی حصہ کاٹ لیا کرتا تھا چنانچہ کچھوے نے بھیڑیے کے دونوں کان کاٹ لیے اور انہیں گھر لا کر ایک طرف لٹکا دیا اب اگر اسے کوئی چیز کھانی ہوتی تھی تو وہ بھیڑیے کے کان سے چمچے کا کام لیتا تھا اس زمانے میں جانور بھی مہمان نواز اور مہذب ہوا کرتے تھے جب کوئی مہمان اس کے گھر آتا تو وہ اس کی خوب تواضع کرتے اس زمانے میں کارن سوپ جانور کو بہت پسند تھا وہ اپنے گھروں میں ایک ہانڈی میں سوپ پکاتے رہتے اور جب کوئی مہمان آتا تو اس سوپ سے اس کی تواضع کرتے کچھوا اپنے دوستوں کے گھر جاتا اور جب اسے سوپ پیش کیا جاتا تو وہ بھیڑیے کے کان نکالتا اور ان سے سوپ پینا شروع کر دیتا، سب چونک جاتے کہ وہ کتنا بڑا فاتح ہے کہ اس نے بھیڑیے کو ہلاک کیا اور اب اس کے کانوں سے سوپ پیتا ہے، جب دوسرے بھیڑیے نے یہ بات سنی تو انہیں بہت غصہ

★

آیا یہ سراسران کی توہین تھی کچھوا ایک رینگنے والا ادنیٰ جانور بھیڑیے کے کانوں سے سوپ پی رہا تھا انہوں نے تمام بھیڑیوں کا اجلاس بلایا اور یہ طے کیا کہ وہ لکڑیاں جمع کرکے خوب آگے دہکائیں گے اور کچھوے کو اس میں ڈال دیں گے اگر کچھوا فاتح بنتا ہے تو اس آگ میں سے نکل کر دکھائے کچھوا بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا ٹھیک ہے مجھے تم اس آگ میں ڈال دو میں اپنے چوڑے پاؤں استعمال کرکے اس میں سے نکل آوں گا اس سے پہلے کے شعلے مجھے جھلسائیں میں اپنی جان بچانے میں کام یاب ہو جاؤں گا سب بھیڑیے ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے ایک بوڑھا اور دانش ور بھیڑیا بولا ہم کچھوے کو آگ میں نہیں ڈالیں گے بلکہ آگ پر چکنی مٹی کی ہانڈی چڑھائیں گے پھر پانی جب خوب گرم ہو جائے گا اور کھولنے لگے گا تو کچھوے کو اس میں ڈال دیں گے ہاں تم لوگ جلدی سے ایسا ہی کرو کچھوے نے رضامندی ظاہر کردی اس سے پہلے کہ پانی کھولنے لگے اور میری کھال کو نقصان پہنچائے میں اپنے فولادی پاؤں سے ہانڈی توڑ کر باہر آجاؤں گا بھیڑیے بہت مایوس ہوئے اور سر جوڑ کر پھر صلاح مشورہ کرنے لگے انہیں اپنا منصوبہ ناکام ہوتا نظر آیا تو پھر دوسری ترکیب سوچی گئی کہ کچھوے کو دریا تک لے جا کر اسے بہت گہرائی میں پھینک دیا جائے سب بھیڑیے دریا کی چاروں طرف کھڑے ہو جائیں اور کچھوا جب تک ڈوب نہ جائے وہیں کھڑے رہیں یہ سن کر کچھوا رونے گڑگڑانے لگا اور بولا مجھے دریا میں مت پھینکو میں ڈوب کر مرنا نہیں چاہتا بھیڑیوں نے اسے دبوچ لیا اور دریا پر لے جا کر خوب گہرائی میں پھینک دیا پانی میں ایک چٹان تھی کچھوے کی پیٹھ اس سے ٹکرائی تو کئی جگھوں سے چیخ گئی اس کے بعد وہ اُچھل کر پانی میں جا پڑا کچھوے تو دریا میں ہی رہتے ہیں پانی ان کے لئے انوکھی چیز نہیں ہے اس لیے کچھوا تیرتا ہوا دوسرے کنارے تک پہنچ گیا دوسرا کنارہ بہت دور تھا اور بھیڑیے وہاں نہیں تھے چنانچہ وہ اسے نہ دیکھ سکے کچھوے نے اپنی پیٹھ کی طرف دیکھا تو اسے رونا آگیا اس لیے کہ اس کی پیٹھ جو تھوڑی دیر پہلے خوبصورت اور چکنی تھی اب وہ کئی جگھوں سے چیخ چکی تھی اور اس پر بہت سی دراڑیں پڑی ہوئی تھی وہ جنگل کی طرف گیا اور چند جڑی بوٹیاں جمع کرکے مرہم بنایا اور اسے اپنے زخموں پر لگاتا رہا جڑی بوٹیوں نے کام کر دکھایا اور اس کے زخم ٹھیک ہوگئے وقت گزرتا رہا کچھوؤں کی کئی نسلیں گزر گئیں لیکن ان کی پیٹھ پڑے ہوئے نشانات دور نہ ہوئے ان بے ترتیب نشانات کو تم اب بھی کچھوے کی پیٹھ کر پر دیکھ سکتے ہو ایک اور دلچسپ بات وہ یہ کہ چوں کہ کچھوا بھیڑیے کے کانوں کو سوپ پینے کے لئے چمچے کے طور پر استعمال کیا کرتا تھا چنانچہ قدرت نے ان کے کان بالکل چمچے جیسے ہی کر دیئے یقین نہ آئے تو کسی بھیڑیے کے گھر جا کر اس کے کان پکڑ کر دیکھ لو بالکل چمچے جیسے ہی دکھائی دیں گے۔

★

اہلِ قلم

ایک وقت تھا، جب اُردو ناولز میں جنوں، بُھوتوں اور پریوں کا ذکر عام تھا۔ زمین زادوں کو ماورائے حقیقت کہانیاں، قصّے پڑھنا اچھا لگتا۔

تاہم، یہ رجحان اُس وقت تبدیل ہو گیا، جب 1869ء میں ''مراۃ العروس'' نامی ناول نے اشاعت کا لبادہ اوڑھا۔ دو بہنوں کی عادات و اطوار پر مبنی اس ناول نے گویا ناول نگاری کا دھارا ہی بدل کر رکھ دیا۔ ''مراۃ العروس'' کے ذریعے قارئین، ناولز میں پہلی مرتبہ ایسے کرداروں سے آشنا ہوئے کہ جن کی اچھی، بُری صفات اُس سماج سے کشید کی گئی تھیں کہ جن کا وہ خود حصّہ تھے۔

اس ناول میں وہ داستان پیش کی گئی، جو اُس زمانے میں گھر گھر کی کہانی تھی۔ یوں ایک قلم کار نے سماجی تخلیق کا روپ اختیار کیا اور یہ قلم کار، ڈپٹی نذیر احمد تھے۔ علی عبّاس حسینی نے ''اُردو ناول کی تاریخ اور تنقید'' میں تحریر کیا ہے کہ ''ڈپٹی نذیر احمد کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اُن تمام قصّوں میں ہماری معاشرتی زندگی کی بالکل سچّی تصویر کشی کی ہے۔

انہوں نے جن، پری، بُھوت پریت اور جادو طلسم جیسے غیر انسانی عناصر ترک کر کے اپنے گرد و پیش کے لوگوں اور اپنی ہی طرح کے معمولی انسانوں کے حالات بیان کیے ہیں۔'' ''مراۃ العروس'' اپنی اوّلین اشاعت کے بعد سے اب تک مسلسل شایع ہونے کے اعزاز کی حامل کتاب بھی ہے۔ سہیل بخاری نے ''اُردو ناول نگاری'' نامی کتاب 1960ء میں تحریر کی اور آج اس کی اشاعت کو بھی 60 برس ہونے والے ہیں۔ وہ اس کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ ''اس کتاب کی صحیح تعدادِ اشاعت معلوم کرنا تو ناممکن ہے، البتہ اندازہ یہ ہے کہ آج تک اس کی لاکھوں جِلدیں چھپ چکی ہوں گی۔ اس کا ترجمہ انگریزی، مراٹھی، کشمیری، پنجابی، گجراتی، بنگالی اور ہندی سمیت مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔'' گویا یہ بات کسی حد تک طے ہو گئی کہ ڈپٹی نذیر احمد نے اُردو ناول نگاری میں ایک نئے طرز کی بنیاد رکھی۔

اُردو ناول کا مزاج تبدیل کرنے والے نذیر احمد 1831ء میں ضلع، بجنور کی تحصیل، نگینہ کے موضع، ریہڑ میں پیدا ہوئے۔ سالِ ولادت میں البتہ کچھ اختلاف سامنے آتا ہے۔ تاہم، اویس احمد ادیب نے ''اُردو کا پہلا ناول نگار: شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی'' میں اپنی تحقیق سے سنِ پیدایش 1836ء بیان کیا ہے۔ علی احمد، نذیر احمد کے بڑے، جب کہ ضمیر احمد چھوٹے بھائی تھے۔ علاوہ ازیں، اُن کی تین بہنیں بھی تھیں۔

نذیر احمد نے مولوی نصر اللہ خویشگی سے عربی نحو، منطق اور فلسفے کی تعلیم حاصل کی۔ اس دوران انہیں اپنے استاد کی دیکھا دیکھی اپنے نام کے ساتھ ''ڈپٹی کلکٹر'' لکھنے کا شوق چرایا اور تدریس کی ایک زیرِ مطالعہ کتاب میں اپنے نام کے ساتھ ''ڈپٹی کلکٹر'' تحریر بھی کر دیا۔ اس پر ساتھی طلبا نے استاد کو شکایت کی کہ نذیر احمد ابھی سے ڈپٹی کلکٹر بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ تاہم، شفیق استاد نے بہ جائے سرزنش کے انہیں دُعا دی۔ 1845ء میں نذیر احمد کو بجنور چھوڑ کر دہلی منتقل ہونا پڑا۔

کالج میں تحصیلِ علم کی مُدّت طویل رہی۔ اسی اثنا میں عربی زبان پر اس حد تک مہارت حاصل کر لی کہ ''مولوی صاحب'' کہلانے لگے۔ کالج ہی کی زندگی میں 1850-51ء کے آس پاس مولوی عبدالخالق کی پوتی سے اُن کی شادی ہو گئی۔ 1854ء میں ملازمت کی تلاش

★

شروع ہوئی اور کسی نہ کسی طرح ڈائریکٹر تعلیمات تک رسائی حاصل کی۔ ملاقات میں اُن کے سامنے اپنی اسناد رکھ دیں اور کہا کہ ”اگر میرے لائق کوئی ملازمت ہے، تو دے دیں، ورنہ مَیں یہیں یہ ڈگریاں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔“یوں نتیجاً، ضلع گجرات میں 40روپے ماہانہ کی بنیاد پر شعبۂ تدریس سے وابستہ ہوئے۔ دو برس کے عرصے میں یہ ملازمت ترک کرکے 1856ء میں کان پور چلے آئے اور ڈپٹی انسپکٹر، مدارس مقرّر کر دیے گئے۔ یہ ملازمت اچھی چلتی اور مستقبل میں ترقّی کے بھی امکانات کافی روشن تھے، مگر قسمت سے کون لڑ سکتا ہے۔ انسپکٹر مدارس، مسٹر فلر سے کسی بات پر تکرار ہوئی اور نذیر احمد نے بِلا تکلّف استعفیٰ دے کر دِلّی کی راہ اختیار کی۔

تو نذیر احمد ایک بار پھر محکمۂ تعلیم سے وابستہ ہوگئے۔ تاہم، اس مرتبہ وہ ڈپٹی انسپکٹر، الہ آباد مقرّر کیے گئے۔ اُن کے لیے الہٰ آباد میں ایک اچھی صورت یہ پیدا ہوئی کہ وہ مُنشی عبداللہ خاں کے ہاں مقیم ہوگئے، جو انگریزی زبان پر دسترس رکھتے تھے۔ اُن ہی کی ایما پر نذیر احمد نے انگریزی پر بھرپور توجّہ دی اور جلد ہی اس زبان کے اسرار و رموز سے واقف ہو چلے۔ اُن ہی دنوں الہ آباد میں قانون کی کُتب کے انگریزی سے اُردو میں ترجمے کا کام جاری تھا۔ ترجمے کے لیے ماہرین کی جو کمیٹی قائم ہوئی، اُس میں نذیر احمد کا نام بھی شامل تھا۔

اُنہوں نے یہ کام اس لیاقت اور ہُنر مندی سے کیا کہ اُن کی صلاحیتوں کی اہلِ فن کی جانب سے خوب خوب تحسین ہوئی اور نہ صرف یہ کہ تحسین ہوئی، بلکہ اُنہیں تحصیل دار کا عُہدہ بھی پیش کیا گیا۔ نیز، اُن سے کہا گیا کہ وہ جلد ڈپٹی کلکٹر بھی بنا دیے جائیں گے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب تحصیل دار اور ڈپٹی کلکٹر بننے کے لیے ایک باضابطہ امتحان میں کام یاب ہونا ضروری ہوتا۔ نذیر احمد نے نہ صرف تحصیل دار کا امتحان پاس کیا، بلکہ ڈپٹی کلکٹر کے امتحان میں اس طرح سُرخ رُو ہوئے کہ کسی بھی انگریز اور مقامی باشندے سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔ یوں اُن کے نام کے ساتھ ”ڈپٹی کلکٹر“ کا اضافہ ہو چلا۔

1863ء میں اُنہیں کان پور اور پھر گورکھ پور میں فرائض کی انجام دہی کے لیے متعیّن کیا گیا۔ اُن ہی مصروفیات میں 1869ء کا سال آ گیا۔ اب اُن کی اولاد عُمر کی اُس منزل کو پہنچ چکی تھی کہ جہاں بہتر تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت پیش آتی ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کو رائج کُتب سے اطمینان نہ ہوا اور اپنے بچّوں کے لیے خود ہی کتابیں تیار کیں۔ نتیجتاً، بیٹے کے لیے ”چند پند“ اور بیٹی کے لیے ”مراۃ العروس“ نامی کُتب سامنے آئیں۔ بچّوں کو ان کی وَرق گردانی میں خوب لُطف محسوس ہوتا۔ ایک روز کچھ یوں ہوا کہ بیٹا، بشیر باغ کی سیر کو گیا۔ ہاتھ میں کتاب بھی موجود تھی۔

باغ میں محکمۂ تعلیم کا ڈائریکٹر، جو انگریز تھا، سیر کے لیے آیا ہوا تھا۔ بیٹے نے پہچان کر سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دینے کے بعد نام پوچھا اور دریافت کیا کہ ”ہاتھ میں کتاب کون سی ہے؟“ بشیر نے نام بتایا کہ ”چند پند“۔ انگریز نے حیران ہو کر کہا کہ ”یہ کون سی کتاب ہے، جو میری نظر سے نہیں گزری۔“ پھر دریافت کیا کہ ”مصنّف کون ہے؟“، تو بیٹے نے باپ کا نام بتاتے ہوئے کہا کہ ”یہ کتاب صرف میرے لیے لکھی گئی ہے۔“ نیز، یہ بھی بتایا کہ ”میری بہن کے لیے بھی ایک کتاب، ”مراۃ العروس“ کے نام سے لکھی ہے۔“ ڈائریکٹر نے کہا کہ ”وہ کتاب بھی مُجھے دکھاؤ۔“ بیٹے نے جواب دیا کہ ”وہ گھر سے لے کر آتا ہوں۔“ غرض ”مراۃ العروس“ بھی لائی گئی۔

پھر افسر نے بچّے سے کہا کہ ”تم گھر جاؤ، کتابیں پہنچا دی جائیں گی۔“ بچّہ گھر واپس آ گیا۔ شام ڈھلے ڈپٹی نذیر احمد گھر آئے، تو بیٹی نے شکایت کی کہ ”بھائی اپنی اور میری کتابیں کسی کو دے آیا ہے۔“ انہوں نے بیٹے سے پورا احوال دریافت کیا اور قدرے حیران بھی ہوئے

کہ افسر صاحب کو بچّوں کی کتب کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ اگلی صبح وہ خود افسر سے جا کر ملے، تو اُس نے کتابوں کی بے حد تعریف کی اور کہا کہ یہ کتابیں تو ہر ایک کو پڑھنی چاہئیں۔ بہر حال، ان کُتب کی کئی نقول تیار ہوئیں۔ چند ہفتوں بعد اُسی افسر کا خط ڈپٹی نذیر احمد کے نام آیا، جس میں ”مراۃ العروس“ کے بارے میں بتایا گیا کہ ”صوبائی حکومت نے اس کتاب پر مصنّف کو ایک ہزار روپے اور ایک گھڑی بہ طور تحفہ دینے کا اعلان کیا ہے۔“

اس اعلان کے بعد ”مراۃ العروس“ راتوں رات قریہ قریہ اور کوچہ کوچہ شُہرت پا گئی۔ جسے دیکھو ”مراۃ العروس“ پڑھتا نظر آتا۔ یہ ناول دو بہنوں، اکبری اور اصغری کے، جن کی شادیاں دو بھائیوں سے ہوئی تھیں، قصّے پر مشتمل تھا۔ اکبری تعلیم و تربیت اور تہذیب سے قطعاً ناآشنا اور بلا کی بد تمیز و پھوہڑ۔ اُس کی سُسرال میں کسی سے نہ بنی، جب کہ چھوٹی بہن، اصغری نے اُس کے بر عکس طبیعت پائی تھی۔

انتہا درجے کی سلیقہ مند اور سمجھ دار۔ سُسرال کیا گئی کہ اُس کی کایا ہی پلٹ دی اور ہر کوئی اصغری کے گُن گانے لگا۔ ”مراۃ العروس“ کی مقبولیت کا یہ عالم ہو گیا کہ اُسے جہیز میں دیا جانے لگا۔ اسی کے تسلسل میں 1872ء میں ”بنات النعش“ لکھی گئی۔ اسے بھی بے حد پسند کیا گیا اور حکومت نے

اُس پر 500 روپے بہ طور انعام دیے۔ متذکرہ دو کُتب کے بعد 1874ء میں ڈپٹی نذیر احمد کی ایک اور معرکۃ الآراء کتاب، ”توبۃ النّصوح“ سامنے آئی۔ چند ناقدین کا کہنا ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد کی یہ کتاب اُن کا شاہ کار ہے۔ 1877ء میں انہوں نے حیدر آباد، دکن کا رُخ کیا۔ وہاں کی علم دوست حکومت نے اُن کی صلاحیتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُن کی تن خواہ 850 روپے ماہ وار مقرّر کی، جو کچھ ہی عرصے میں بڑھ کر 1700 روپے ماہ وار ہو گئی۔ یہاں دیگر علمی اُمور کے علاوہ ڈپٹی نذیر احمد نے حفظِ قرآن کی طرف بھی توجّہ دی اور محض چھے ماہ کے اندر حافظِ قرآن ہو گئے۔ بعد ازاں، ”فسانۂ مبتلا“ (1885ء) اور ”ابن الوقت“ (1888ء) شائقینِ ادب کے سامنے آئیں اور انہیں بھی پسندیدگی کی سند ملی۔ ڈپٹی نذیر احمد ایک کثیر التصانیف مصنّف تھے۔ اُن کی دیگر کُتب میں ’ایّامیٰ‘، ”رویائے صادقہ“، ”منتخب الحکایات“، ”اُمّہات الامّہ“ کے علاوہ بہت سی اخلاقی، دینی اور مذہبی کُتب شامل ہیں۔

اُن کے ناولز میں ہونے والی گفتگو، بالخصوص وہ مکالمے، جن میں خواتین کی زبان، محاورے اور ضرب الامثال شامل ہیں، بِلاشُبہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اپنے قلم کے ذریعے اصلاحِ معاشرہ اُن کا بنیادی مقصد تھا اور اُنہوں نے شاید اپنے اس مقصد سے ایک لمحہ بھی رُوگردانی نہیں کی۔ تاہم، کمال یہ کیا کہ اپنے ارد گرد کی فضا کو اپنے مشاہدے اور مکالمے سے تبدیل کرنے کی شعوری کوشش کی۔

آخری تجزیے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے سماج کی نہ صرف تصویر کشی کی، بلکہ اُسے اپنے تئیں صحیح رُخ دینے میں بھی جی جان سے مصروف رہے۔ ایک اعلیٰ تخلیق کار کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی تخلیق میں اپنے سماج کے حقیقی اور روز مرّہ اُمور پیش کرنے کا پہلو غالب رکھتا ہو۔ اس اعتبار سے نذیر احمد بِلاشُبہ ایک سچّے تخلیق کار کا درجہ رکھتے ہیں۔ دِل چسپ اَمر یہ ہے کہ اُن کی تصانیف کے عنوانات، ”مراۃ العروس“، ”توبۃ النّصوح“، ”بِنات النعش“، ”ابن الوقت“، ”محصنات“، ”ایّامیٰ“، ”رویائے صادقہ“ وغیرہ ہندوستانی سماج سے دُور اور عربی فضا سے قریب نظر آتے ہیں۔ سچّی بات یہ ہے کہ اگر آج ڈپٹی نذیر احمد کا نام زندہ ہے، تو وہ اُن کے اعلیٰ اور شان دار ناولز ہی کی بہ دولت ہے۔

★

بابائے اُردو، مولوی عبد الحق نے اُن کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ ”شمس العلماء ڈاکٹر مولانا نذیر احمد مرحوم ہماری قوم میں ایک ایسے فردِ بے نظیر گزرے ہیں کہ جو ہمیشہ یاد رہیں گے۔ کم از کم جب تک اُردو زبان زندہ ہے، اُن کا نام بِلاشُبہ زندہ رہے گا۔ وہ محض اپنی محنت، استقلال اور قابلیت سے دُنیا میں بڑھے اور ایک معمولی غریب شخص سے امیر اور ایک ادنیٰ طالب علم سے اعلیٰ درجے کے فاضل ہو گئے۔ اُن کی زندگی سیلف ہیلپ (اپنی مدد آپ سے آگے بڑھنے) کی ایک نمایاں اور روشن مثال ہے۔“ ڈپٹی نذیر احمد نے 1912ء میں دہلی میں وفات پائی۔

محترم قارئین!

اسلام علیکم

آپ سب کی توجہ اس بات کی جانب مبذول کروائی جاتی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آنے والے قومی گزٹ کے شمار میں آپ کی تحریر نام کے ساتھ شائع کی جائے تو آپ اپنی تحریریں مندرجہ ذیل عنوانات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھ سکتے ہیں۔

"آیئے ہم سب مل کر آنے والے شمارہ جات کو اپنی کاوشوں سے کامیاب بنائیں۔"

عنوانات:

☆طالبِ علم اور آن کلائن کلاسسز

☆موجودہ معاشرہ اور بچوں کا رجحان

☆صفائی نصف ایمان ہے

☆سوشل میڈیا اور جدید نسل

☆اساتذہ کرام کا ادب و احترام کیوں ضروری ہے

پاکستان
کی 6 نامور شخصیات
جنہوں نے
باتیں بالکل سچ کہیں

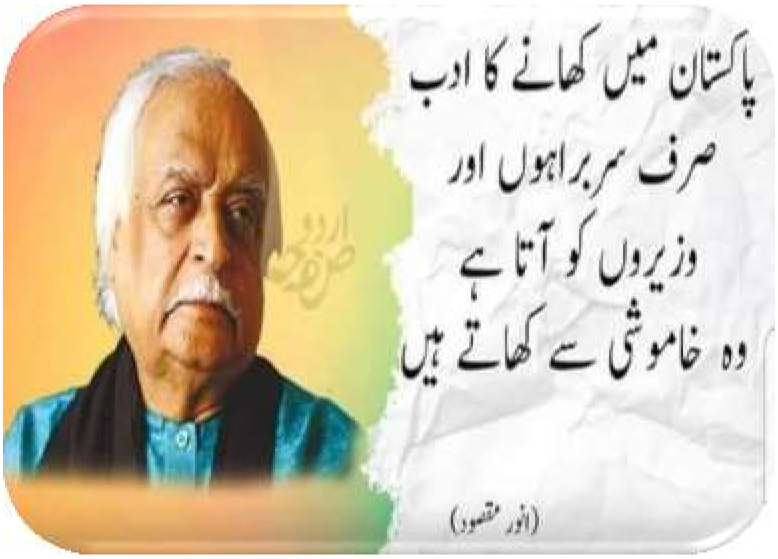
پاکستان میں کھانے کا ادب
صرف سربراہوں اور
وزیروں کو آتا ہے
وہ خاموشی سے کھاتے ہیں
(انور مقصود)

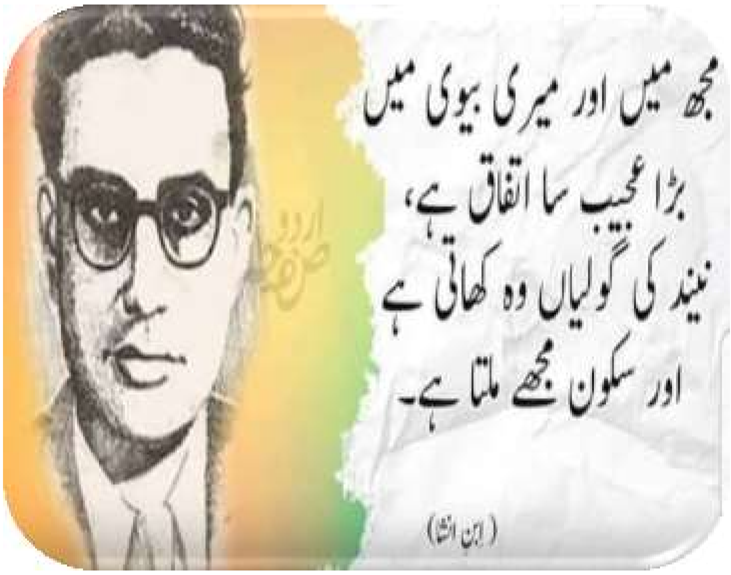
مجھ میں اور میری بیوی میں
بڑا عجیب سا اتفاق ہے،
نیند کی گولیاں وہ کھاتی ہے
اور سکون مجھے ملتا ہے۔
(ابن انشا)

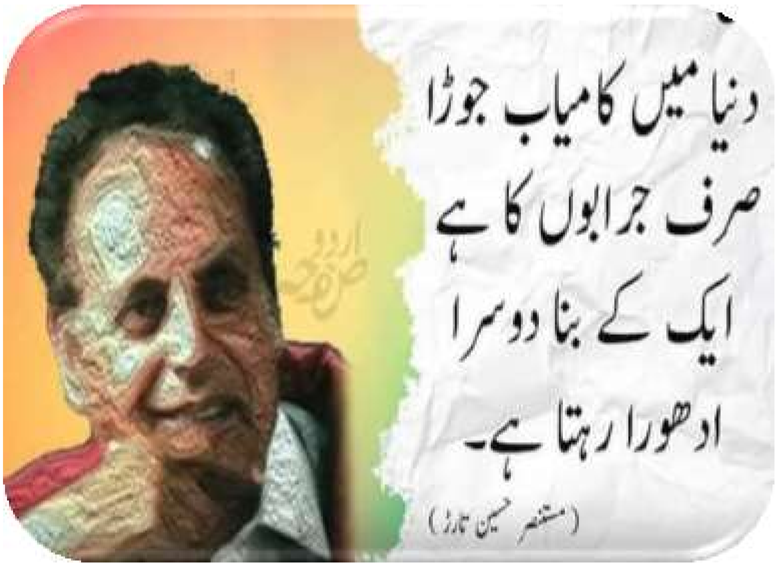
دنیا میں کامیاب جوڑا
صرف جرابوں کا ہے
ایک کے بنا دوسرا
ادھورا رہتا ہے۔
(مستنصر حسین تارڑ)

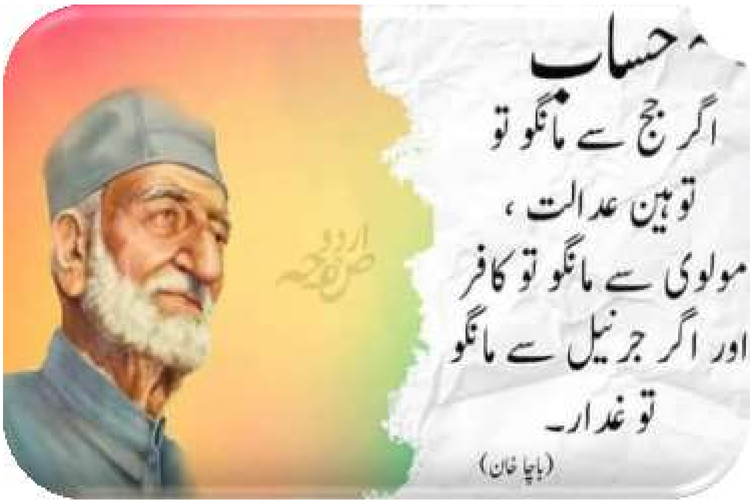
حساب
اگر جج سے مانگو تو
توہین عدالت ،
مولوی سے مانگو تو کافر
اور اگر جرنیل سے مانگو
تو غدار۔
(باچا خان)

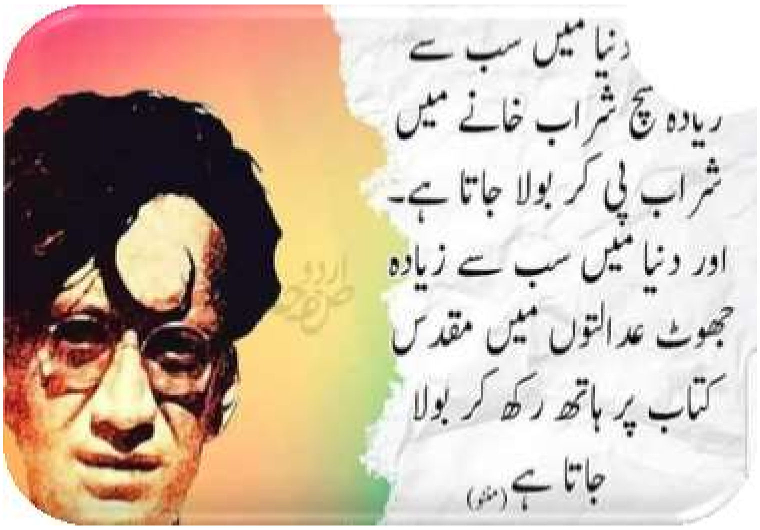
دنیا میں سب سے
زیادہ سچ شراب خانے میں
شراب پی کر بولا جاتا ہے۔
اور دنیا میں سب سے زیادہ
جھوٹ عدالتوں میں مقدس
کتاب پر ہاتھ رکھ کر بولا
جاتا ہے (منٹو)

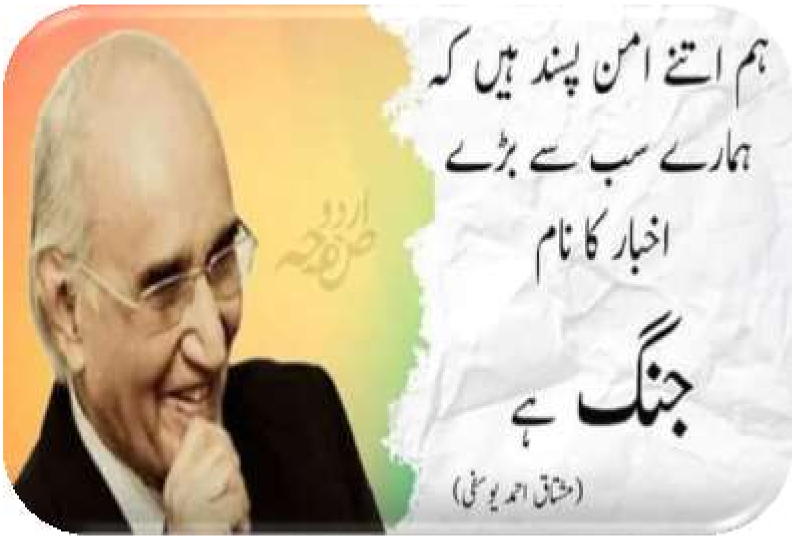
ہم اتنے امن پسند ہیں کہ
ہمارے سب سے بڑے
اخبار کا نام
جنگ
ہے
(مشتاق احمد یوسفی)

طبِ نبوی ﷺ

☆ انار کے طبی فوائد!

انار اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ایک بیش بہا نعمت اور بے پناہ فوائد کا حامل پھل ہے جسے جنتی میوہ یا جنت کا پھل بھی کہا گیا ہے۔ نبی کریم نے طب و صحت کے بارے میں مختلف غذاوں کو استعمال کیا۔ انار کے بارے میں نبی کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جنت کا پھل انار ہے۔" انار قدرت کا شاندار تحفہ ہے جو حیرت انگیز طور پر شفائی اثرات کا حامل پھل ہے، نہ صرف انار بلکہ اس کے درخت کا ہر جزو انسانی صحت کے لیے مفید ہے۔ طبِ نبوی میں انار کا چھلکا، پھول اور درخت کی چھال کو بھی دوا کے طور پر تجویز کیا گیا ہے۔ طب نبوی کے مطابق اس خوش ذائقہ پھل اور اس کے جوس کے استعمال سے کئی ایسے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں جنہیں دواوں کے ذریعے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ انار خون کی کمی اور کمزوری کے لیے سب سے مفید پھل ہے۔ انار کا جوس جہاں دل کے لیے مفید ہے وہیں اسے عام تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے بہترین مشروب سمجھا جاتا ہے۔ اس میں صحت بخش اجزاءوافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ جبکہ طبِ نبوی کے مطابق انار بعض عوارض کے لیے بے حد مفید غذا ہے۔ دست پیچش، قے، جی متلانا، پیٹ کے کیڑے، ذیابیطس (شوگر)، جگر کی خرابی میں موثر عمل کرتا ہے، دل کو طاقت بخشتا ہے اور جسم میں صاف خون پیدا کرتا ہے، خون کے دباو (ہائی بلڈ پریشر)، بے خوابی، تیزابی مادہ، پیشاب کی جلن میں مفید ہے۔ انار کے استعمال سے کیل مہاسے ختم ہوجاتے ہیں اور جلد چمکدار ہوجاتی ہے۔ بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور بالوں کے گرنے کمی واقع ہوتی ہے۔

☆ لوکی کے طبی فوائد!

لوکی جلد ہضم ہونے والے ہلکی غذا ہے۔ اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ نا صرف خود جلد ہضم ہوتی ہے بلکہ دوسری غذاوٴں کو ہضم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں، ایک گول اور دوسری لمبی۔ لوکی کا شمار وٹامنز اور توانائی بخشنے والی بہترین سبزیوں میں ہوتا ہے۔ لوکی میں موجود غذائی اجزاء میں پروٹین، چکنائی، معدنی اجزاء، ریشہ، کاربوہائیڈریٹس شامل ہیں اور لوکی کے معدنی اور حیاتیاتی اجزاء میں کیلشیم، فاسفورس، آئرن کے علاوہ وٹامن بی کمپلیکس بھی شامل ہے۔ لوکی ایک سکون بخش سبزی ہے اور اس میں جراثیم کش خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یہ جسم کو تروتازہ اور ٹھنڈا رکھتی ہے۔ اسے کھانے سے تھکن دور ہوجاتی ہے، چوں کہ اس میں 96 فیصد پانی ہوتا ہے، اس لیے یہ پیاس کو بجھاتی ہے۔

لوکی کھانا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور اس سے کئی امراض میں شفا ملتی ہے، ماہرین طب نے اس کے کئی خواص بیان کیے ہیں، حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ "تمہارے لیے لوکی (کدو) موجود ہے یہ عقل کو بڑھاتی ہے اور دماغ کو طاقت دیتی ہے" (ابن حبان، طبرانی) ایک موقع پر حضور انور ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا۔ "عائشہ جب خشک گوشت پکاوٴ تو اس میں کدو ڈال کر اضافہ کرلیا کرو کیونکہ یہ غمگین دل کو مضبوط کرتا ہے" (ابن قیم)

ہیپاٹائٹس کا علاج

پاکستان میں ایک کروڑ 40 لاکھ ہیپاٹائٹس بی اور سی کے مریض ہیں جو کہ اس مرض کی خطرناک اقسام شمار ہوتی ہیں۔
ہیپاٹائٹس (یرقان) ایک متعدی بیماری ہے جو وائرس سے پھیلتی ہے۔ یہ وائرس مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ Hepatitis A، Hepatitis B، Hepatitis C عمومی طور پر جانے پہچانے نام ہیں۔ اس کے علاوہ یرقان D، E، G قسم کے بھی ہوتے ہیں۔ یہ وائرس انسانی جگر پر اثر انداز ہو کر مختلف نوعیت کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔

Hepatitis A:

یرقان کی یہ قسم ایک وائرس سے پھیلتی ہے۔ عموماً بچوں میں ہوتی ہے۔ بیماری کی نوعیت معمولی یا درمیانے درجے تک رہتی ہے۔ یہ مرض حفظان صحت کے اصولوں کا خیال نہ رکھنے کے باعث پھیلتا ہے۔ یاد رہے کہ اس کا وائرس مریض کے پاخانے میں خارج ہوتا ہے۔

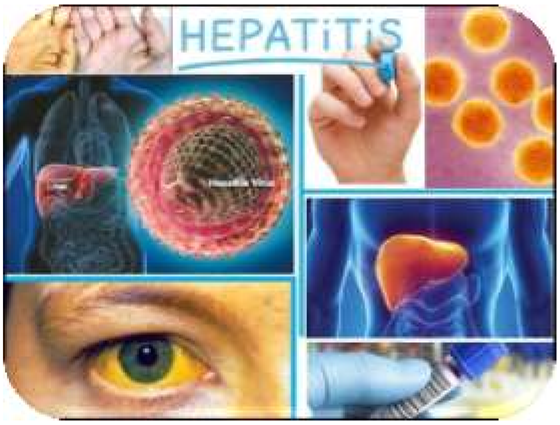

علامات:

مریض کے جسم میں وائرس داخل ہونے کے دو سے چار ہفتے بعد علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ زیادہ تر مریض تین سے چھ ہفتے میں تندرست ہو جاتے ہیں۔ ایک فیصد مریض شدید بیماری کا شکار ہو سکتے ہیں۔ علامات درج ذیل ہیں:
1۔ پیٹ درد، 2۔ بخار، 3۔ متلی ہونا، الٹی آنا۔ 4۔ آنکھوں کا رنگ پیلا ہونا، 5۔ پیشاب کا رنگ پیلا ہونا، 6۔ شدید کمزوری محسوس ہونا، 7۔ بھوک کا نہ لگنا

علاج:

اس بیماری کا کوئی علاج نہیں۔ مریض میں پانی کی کمی اور خوراک کی کمی کو پورا کیا جاتا ہے۔ بخار کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔

بچاؤ:

ایک مرتبہ کے انجکشن یا ویکسینیشن سے انسان ساری عمر کے لیے اس مرض سے بچ سکتا ہے، اس لیے بچاؤ پر زور دینا چاہیے۔
1۔ بچوں میں ایک سال کی عمر کے بعد ہیپاٹائٹس اے کی ویکسین لگائی جاتی ہے جس کے دو ٹیکے چھ ماہ کے وقفے سے لگوا کر اس بیماری سے بچا جا سکتا ہے۔
2۔ مرض ہونے کی صورت میں مریض کو حفظان صحت کے اصولوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے جن میں ہاتھوں کا بار بار صابن سے دھونا شامل ہے۔

3۔ پانی ہمیشہ ابال کر استعمال کرنا چاہیے۔

4۔ رفع حاجت کے بعد کموڈ کی صفائی اور ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے۔

5۔ پھل اور سبزیاں دھونے کے لیے اُبلا ہوا پانی استعمال کریں۔

6۔ برف جمانے کے لیے بھی اُبلا ہوا پانی استعمال کریں۔

7۔ صاف پینے کے پانی کے پائپ اور گندے نکاسی آب کے پائپ اگر زیرِ زمین قریب قریب بچھائے گئے ہوں تو ٹوٹنے (leak) کی صورت میں دونوں پانی مل جاتے ہیں، یوں ہیپاٹائٹس کا مرض وبائی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

Hepatitis B(کالا یرقان)

ہیپاٹائٹس بی وائرس سے پھیلنے والی خطرناک متعدی بیماری ہے جو احتیاط نہ کرنے کی صورت میں وبائی شکل اختیار کرسکتی ہے

عمومی علامات:

اس مرض میں علامات معمولی بھی ہوسکتی ہیں اور پیچیدہ بھی۔ ہوسکتا ہے کہ مریض کوئی تکلیف / علامت محسوس نہ کرے اور کسی اور وجہ سے کیے گئے خون کے ٹیسٹ سے مرض کا پتہ چلے۔ اس کی علامات درج ذیل ہیں:

1۔ آنکھوں میں پیلاہٹ، 2۔ تھکاوٹ، 3۔ بھوک میں کمی، 4۔ وزن میں کمی، 5۔ جلد پر خارش ہونا، 6۔ متلی اور بخار کی کیفیت بھی اس کی علامات ہوسکتی ہیں۔

بیماری میں پیچیدگی کی علامات:

1۔ پیٹ میں پانی کا پڑنا، 2۔ دماغی سستی(Drowsiness)، 3۔ دماغی توازن کا بگڑنا(hepatic encephalopathy)، 4۔ ہاتھ پاؤں میں سوزش ہونا، 5۔ خون کی الٹی آنا، 6۔ کالے پاخانے آنا، 7۔ جگر کا کینسر ہو جانا۔

مرض پھیلنے کی وجوہات:

1۔ حمل میں ماں سے بچے کو بیماری منتقل ہونا

2۔ متاثرہ سوئی، سرنج، آلات جراحی کے استعمال سے

3۔ متاثرہ خون کے استعمال سے

4۔ متاثرہ فرد کے زیر استعمال بلیڈ یا استرے سے شیو کرنے سے، 5۔ متاثرہ شخص کی جسمانی رطوبت یا رخم سے رسنے والے مواد سے

تشخیص: جسم میں وائرس کی موجودگی اور بیماری کی نوعیت اور بیماری کی شدت جاننے کیلئے مختلف لیبارٹری ٹیسٹ موجود ہیں جو ماہرِ امراض کے مشورے سے کروانے چاہئیں۔ ★

کالے یرقان سے بچاؤ کے طریقے:

1۔ کالے یرقان کی vaccine موجود ہے جو بچوں کو پیدائش کے فوراًبعد لگنے والے حفاظتی ٹیکوں میں شامل ہے۔

2۔ بچوں کو مکمل حفاظتی ٹیکے لگوایئے۔

3۔ علاج کے لیے ہمیشہ نئی سرنج استعمال کریں۔

4۔ شیو کے لیے نیا بلیڈ استعمال کریں۔

5۔ آپریشن کے لیے نئے اوزار یا وائرس سے پاک کیے گئے اوزار استعمال کریں۔

6۔ خون کا عطیہ دینے سے پہلے ڈونر کا HBV ٹیسٹ ضرور کروائیں۔

7۔ خون لگواتے وقت صرف ٹیسٹ شدہ خون قبول کریں۔

8۔ کالے یرقان سے متاثرہ ماں کا بچہ پیدا ہوتے ہی اسے نوزائیدہ بچوں کے ڈاکٹر کو دکھائیں تاکہ اسے HBV ویکسین لگ سکے اور ساتھ ہی Hep B. lmmunoglobul لگ سکے۔ جو اس مرض سے حفاظت کا ایک موئثر ذریعہ ہے۔

9۔ خواتین بیوٹی پارلر پر Manicure / pedicure کے لیے نئے اوزار کا تقاضا کریں۔ ورنہ یہ بناؤ سنگھار کے ادارے کالا یرقان پھیلانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

10۔ ناک اور کان چھدوانے کے لیے نئے اوزار کا استعمال یقینی بنائیں۔

11۔ متاثرہ شخص کی استعمال شدہ کانوں کی بالیاں نہ پہنیں۔

کالے یرقان کا علاج:

کالے یرقان کا علاج گولیوں اور ٹیکوں کی صورت میں موجود ہے۔ علاج صرف مستند ڈاکٹر سے کروانا چاہیے۔ کچھ مریضوں میں یہ بیماری وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتی ہے جبکہ بعض مریض carrier بن جاتے ہیں یعنی بیماری ان میں علامات نہیں رکھتی مگر بتائی گئی احتیاطیں نہ کرنے سے دوسروں میں منتقل ہو سکتی ہے۔ بعض مریض شدید بیماری میں مبتلا ہو سکتے ہیں یا پیچیدگی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ایسے میں یہ بیماری جان لیوا بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

مریض کیلیئے چند مزید احتیاطیں:

مریض کو چاہیے کہ سرجری سے پہلے سرجن کو، دانتوں کے علاج کے وقت dentist کو اور کسی بھی علاج کے وقت معالج کو اپنے مرض کے بارے میں ضرور بتادے، تاکہ معالج ان کے علاج میں احتیاطی تدابیر اختیار کر سکے۔ ایسے مریض کو خون کا عطیہ دینے سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ خون کے ٹیسٹ کرواتے ہوئے لیبارٹری ٹیکنیشن کو ضرور بتائیں تاکہ وہ خون کا سیمپل احتیاط سے لے اور سرنج احتیاط سے تلف کر دے۔ کالے یرقان کے ساتھ اگر ہیپاٹائٹس ای (E) ہو جائے تو بیماری کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ جان لیوا بھی ہو سکتی ہے۔ ★

:Hepatitis C

ہیپاٹائٹس سی کا مرض ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے جس کے نتائج تباہ کن ہیں۔ اسے دنیا میں ہونے والی ہلاکتوں کی بڑھتی تعداد کی وجہ بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس بیماری کو خاموش وبا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس مرض میں مبتلا 95 فیصد لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بیمار ہیں، اس لیے اس بیماری سے متعلق ٹیسٹ کروانا بہت ضروری ہے۔ عالمی سطح پر ہیپاٹائٹس C میں مبتلا تقریباً 150 ملین افراد علاج نہیں کرواتے جس کی وجہ سے سالانہ سات لاکھ کے قریب ہلاکتیں ہو رہی ہیں۔ ہیپاٹائٹس سی وائرس کی تمام اقسام میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ وہ واحد قسم ہے جس کی کوئی ویکسین بھی دستیاب نہیں۔ بد قسمتی سے پاکستان کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں ہیپاٹائٹس کا مرض تیزی سے پھیل رہا ہے۔

ہیپاٹائٹس سی بھی وائرس ہی سے پھیلنے والی بیماری ہے جو جگر کی سوزش کا باعث بنتی ہے۔ یہ عمومی طور پر آہستگی سے پھیلتی ہے۔ اس کی علامات ظاہر ہونے میں 14 دن سے 80 دن تک لگ سکتے ہیں۔

علامات:

بعض اوقات اس کی علامات بہت عرصہ تک ظاہر نہیں ہوتیں۔ کسی اور وجہ سے کروائے گئے ٹیسٹوں میں اس کی تشخیص ہوتی ہے۔ اس کی علامات درج ذیل ہیں:

1۔ آنکھوں کا پیلا ہونا، 2۔ تھکاوٹ کا طاری ہونا، 3۔ جوڑوں میں درد رہنا، 4۔ بھوک میں کمی، 5۔ خارش کا ہونا، 6۔ بخار کی کیفیت، 7۔ متلی یا الٹی ہونا، 8۔ ہاتھوں، پیروں کا سن ہونا۔

بیماری میں پیچیدگی کی علامات:

1۔ دماغی توازن کا بگڑنا (hepatic encephalopathy)

2۔ الٹی یا پاخانے میں خون آنا، 3۔ پیٹ میں پانی کا پڑنا، 4۔ cirrhosis liver کا ہو جانا، 5۔ کالے رنگ کے پاخانے آنا

مرض کیسے پھیلتا ہے:

1۔ متاثرہ شخص کے خون کے انتقال سے (blood donation)، 2۔ متاثرہ مریض کے آلات جراحی کے استعمال سے، 3۔ مشترکہ سرنج کے استعمال سے (نشے کے عادی افراد میں)، 4۔ متاثرہ شخص کے زیر استعمال بلیڈ یا استرے کے استعمال سے (شیو کے لیے)، 5۔ دانتوں کے علاج میں استعمال ہونے والے اوزاروں سے۔

★

بچاؤ:

1۔ انجکشن کیلئے ہمیشہ نئی سوئی استعمال کریں۔

2۔ حجامت کیلئے نیا استرا، بلیڈ استعمال کریں۔

3۔ آلاتِ جراحی کا جراثیم سے پاک ہونا ضروری ہے۔

4۔ خواتین ناک کان چھدواتے ہوئے ہمیشہ نئے اوزار کے استعمال پر زور دیں۔

5۔ اپنا میڈیکل چیک اپ کرواتے رہیں۔

6۔ اولڈ ہومز، یتیم خانوں میں اس مرض کا چیک اپ ضرور ہونا چاہیے۔

7۔ قیدیوں میں بھی تشخیص معمول کا کام ہونا چاہیے۔

یاد رکھیں! ہیپاٹائٹس سی کی کوئی ویکسین نہیں ہے۔ بیماری کی تشخیص کے بعد فوری علاج مریض کی جان بچا سکتا ہے۔ اس کے لیے اپنے معالج سے رابطہ کریں۔ ہیپاٹائٹس کی بیماری کو بہت سنجیدگی سے لینا چاہیے اور علاج میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس مرض کے علاج کے لیے عطائیوں، غیر مستند اور غیر رجسٹرڈ معالجین سے ہرگز علاج نہیں کروانا چاہیے کیونکہ اس طرح مرض کے مزید بگڑ جانے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔

اچھی باتیں

☆پاؤں کی موچ اور چھوٹی سوچ
ہمیں آگے بڑھنے نہیں دیتی

☆ٹوٹی قلم اور دوسروں سے جلن
ہمیں اپنی قسمت لکھنے نہیں دیتی۔

☆کام کا آلس اور پیسے کا لالچ
ہمیں ترقی کرنے نہیں دیتی

☆دنیا میں سب چیزیں مل جاتی ہیں۔
صرف اپنی غلطی نہیں ملتی۔

☆جتنی بھیڑ بڑھ رہی ہے زمانے میں ----
لوگ اتنے ہی اکیلے ہوتے جارہے ہیں.

☆اس دنیا کے لوگ بھی کتنے عجیب ہیں نا۔
سارے کھلونے چھوڑ کر جذبات سے کھیلتے ہیں۔

☆کنارے پر تیرنے والی لاش کو دیکھ کر یہ سمجھ میں آیا ۔۔۔

بوجھ جسم کا نہیں سانسوں کا تھا ۔۔۔۔

☆سفر کا مزہ لینا ہو تو، ساتھ سامان کم رکھئے۔

اور زندگی کا مزہ لینا ہو تو دل میں ارمان کم رکھئے۔

☆کام کا آلس اور پیسے کا لالچ

ہمیں ترقی کرنے نہیں دیتی

☆دنیا میں سب چیزیں مل جاتی ہیں۔

صرف اپنی غلطی نہیں ملتی۔

☆جتنی بھیڑ بڑھ رہی ہے زمانے میں ۔۔۔۔

لوگ اتنے ہی اکیلے ہوتے جارہے ہیں.

☆اس دنیا کے لوگ بھی کتنے عجیب ہیں نا۔

سارے کھلونے چھوڑ کر جذبات سے کھیلتے ہیں۔

گفتگو ایک فن ہے

اچھی گفتگو کی صلاحیت ایک نعمت خداوندی ہے۔ اس نعمت کی قدر ان افراد سے پوچھیے جو سننے اور بولنے کی قوت سے محروم ہیں۔ مگر یہ بھی کہا گیا ہے کہ غیر ضروری گفتگو سے خاموشی بہتر ہے اور خاموشی سے ذکر الٰہی بہتر ہے۔

ایک مشہور مقولہ ہے "پہلے تولو، پھر بولو۔"

اگر ہم اپنی معاشرتی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں اکثریت ایسے افراد کی نظر آئے گی جو اس اصول کے بالکل برعکس ہیں۔ ان کا وتیرہ ہے کہ وہ پہلے بولتے، پھر تولتے ہیں، بات بات پر قسمیں اٹھانا، گھٹیا ہنسی مذاق، گفتگو کم مغلظات زیادہ، فحش گوئی اب ہمارے معاشرے میں ایک عام سی بات ہو گئی ہے، اکثر گلی محلے، ہوٹلوں، محفلوں اور دفتروں میں ایسے مناظر عام نظر آتے ہیں، بے ہودہ گوئی اور بے جا مذاق اکثر لڑائی کا سبب بنتے ہیں، معاشرتی بگاڑ اور فساد کو جنم دیتے ہیں۔

اگر فضول گوئی سے بچا جائے اور احکام شریعت و اخلاقیات کو سامنے رکھ کر زبان کی حفاظت کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان عیوب سے بچ جائیں جو معاشرے میں بگاڑ اور فساد کا باعث بنتے ہیں اور ہمارا معاشرہ حسن اخلاق و حسن گفتگو کی بدولت امن و سکون اور اطمینان کا گہوارہ بن کر، محبت و اخوت کی دولت سے مالا مال ہو کر گل و گلزار بن جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی سے ہم کلام ہوتے تو آپ ﷺ کا لب و لہجہ درمیانی نوعیت کا ہوتا تھا۔ گفتگو میں اعتدال ہوتا یعنی آواز زیادہ بلند ہوتی اور نہ اتنی پست کہ مخاطب سن ہی نہ سکے، بیان انتہائی سادہ، عام فہم اور واضح ہوتا کہ ہر سننے والا خوب واضح طور پر سمجھ لیتا۔ ضرورتاً ایک ایک بات کو تین تین مرتبہ بھی دہراتے تاکہ مخاطب کی سمجھ میں آجائے۔ نبی برحق ہمیشہ بامقصد اور ضروری گفتگو فرماتے اور ہمیشہ مخاطب کے ظرف اور اس کی نفسیات کے مطابق بات کرے۔ آپ ﷺ کا کلام لوگوں کی عقل کے مطابق ہوا کرتا تھا کلام اتنا واضح ہوتا تھا کہ ہر سننے والا اسے بخوبی سمجھ لیتا تھا۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام نے بھی کلام، فن کلام اور حسن کلام کے حوالے سے ارشادات فرمائے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"نبی اکرم ﷺ جب کوئی بات فرماتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے کی سمجھ میں آجائے۔"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ جھوٹا ہوتا ہے اور جس کے پاس زیادہ مال ہوتا ہے، وہ گناہ بھی زیادہ کرتا ہے اور جو بد خلق ہوتا ہے وہ جان پر عذاب لیتا ہے۔ صرف ان ہی امور کے بارے میں بات کرنی چاہیے جو دین و دنیا سے متعلق ہے۔"

★

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا

”بے ہودہ گو پر جنت حرام ہے۔“

فرمایا میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق اور حسن اعمال کی تکمیل کروں، اللہ کی جانب سے انسان کو جو سب سے بڑا عطیہ ملا ہے، وہ اس کے اچھے اخلاق ہیں، بے شک تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے نزدیک وہ ہوں گے جو تم میں زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں گے اور سب سے زیادہ ناپسند اور دور وہ لوگ ہوں گے جو زیادہ باتیں کرنے والے، باچھیں کھول کر اور منہ بھر کر باتیں کرنے والے ہیں۔

فرمایا نجات اس میں ہے کہ اپنی زبان کو بری باتوں سے روک رکھو، غیر ضروری باتوں کا ترک کر دینا بھی حسن اسلام ہے، فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ سود مند اور بہتر بات کہے یا خاموش رہے، فرمایا سکوت پر قائم رہنا ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے، فرمایا طویل سکوت (جو تفکر کے ساتھ ہو) اور خوش اخلاقی مخلوق کے اعمال میں ان دو خصلتوں سے بہتر کوئی عمل نہیں۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ بھی ملاحظہ فرمائیے:

”بے شک! مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بے ہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔“

جذاک اللہ خیر ۔

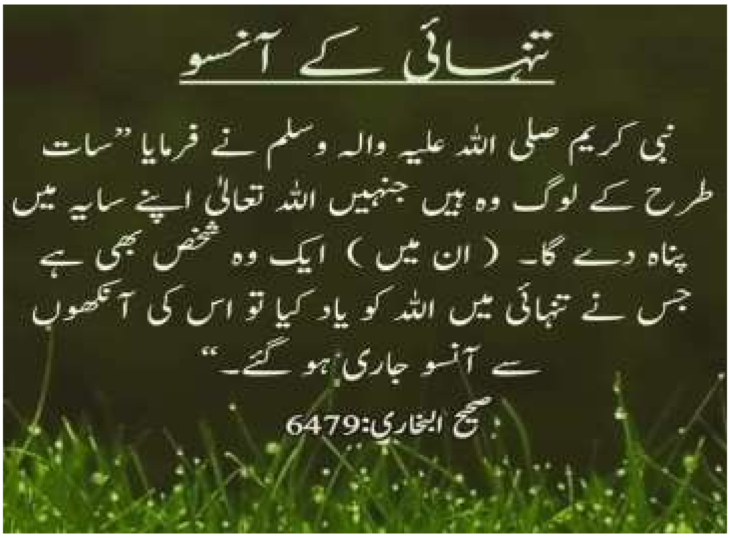

احتیاط لازم ہے

پانی زندگی ہے۔زندگی بچائیں اپنے لیے، آئندہ نسلوں کے لیے اور انسانی بقاء کے لیے

ایک انسان بغیر کچھ کھائے 21 دن تک زندہ رہ سکتا ہے، بغیر کچھ پیے زیادہ سے زیادہ تین دن تک زندہ رہ سکتا ہے جبکہ آکسیجن کے بغیر ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہمارے اردگرد موجود پودے، درخت، باغات اور کھیت آکسیجن کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم ہو رہے ہیں بلکہ ہم اپنے ہاتھوں سے خود تباہ کر رہے ہیں۔ درختوں، پودوں، باغات اور کھیتوں کے خاتمے، زرعی زمین پر آبادکاری کی وجہ سے زرعی زمین میں بہت تیزی سے کمی آئی، یوں ہوا میں گرد اور گندگی کا تناسب خطرناک حد تک بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے ہمیں صاف ہوا تک میسر نہیں ہے۔ تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی انسانی آبادی کے ساتھ ساتھ ہوا میں بڑھتے ہوئے اسی گندگی کے تناسب، درختوں، پودوں کی ہریالی اور زرعی زمین میں تیزی سے کمی کی وجہ سے بارشوں میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی ہے۔

درختوں کی موجودگی گرمی کی شدت کم کرنے، ماحول کو آلودہ ہونے سے بچانے، طوفانوں کی شدت کم کرنے، بارشیں لانے اور زیرزمین پانی کا ذخیرہ بڑھانے کا سب سے اہم ذریعہ ہے، جن کو ہم بڑی بے دردی کے ساتھ کاٹ رہے ہیں۔ آج سے 15،10 برس قبل تقریباً ہر دوسرے گھر میں درخت ہوتا تھا جبکہ موجودہ صورتحال میں لوگوں کے گھروں میں درختوں کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ بارشیں زیرزمین پانی کے ذخیرہ کو بڑھانے کا دوسرا سب سے بڑا ذریعہ ہیں جو کہ درختوں کی کمی کی وجہ سے بہت کم ہو چکی ہیں۔ اسی طرح سے ہمارے شہری علاقوں میں گھروں کے فرش اور چھتوں کے پختہ ہونے، گلیوں اور سڑکوں کے پکے ہونے کی وجہ سے تھوڑی بہت ہونے والی بارشوں کے پانی کی ایک ایک بوند زمین کے نیچے پہنچے بغیر ہی ضائع ہو جاتا ہے ۔اس کے بعد زیرزمین پانی کے ذخیرہ کو بڑھانے کا بڑا ذریعہ دریا اور نہریں ہوتی ہیں جو کہ بھارت کی جانب سے پانی کی بندش کے بعد دریاؤں کے خشک ہونے سے یہ ذریعہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ جبکہ پانی کا بے جا اور بے تحاشہ ضیاع کی وجہ سے ہم پانی کے خاتمے اور قحط کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

زیرزمین پانی کی سطح بھی خطرناک حد تک نیچے جا چکی ہے۔ آج سے 20، 25 سال قبل جہاں 50 فٹ گہرائی سے پینے کا صاف اور بہترین پانی نکل آتا تھا ، اب وہی پانی 300 فٹ کی گہرائی میں بھی میسر نہیں ہے۔کچھ عرصہ قبل عالمی اداروں کی جانب سے پاکستان میں پانی کی بدتر صورتحال پر ایک رپورٹ جاری کی گئی، جس کے مطابق اگر اسی طرح سے پانی کو ضائع کرنے کا تسلسل جاری رہا تو آئندہ کچھ عرصہ میں پورے پاکستان بالخصوص بڑے شہروں میں سے پانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

پانی کی اسی طرح کی شدید کمی کا شکار موجودہ وقت میں جنوبی پنجاب، بلوچستان کے علاقے اور سندھ میں تھر کے علاقے ہیں جہاں صورتحال یہ ہے کہ بارش کے جمع شدہ پانی میں سے ایک طرف جانور پانی پی رہے ہوتے ہیں، دوسری جانب انسان پینے کے لیے اپنے

برتنوں میں بھر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس سال سردیوں اور بہار کے موسم میں بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے جہاں تربیلا اور منگلا ڈیم (جو کہ پاکستان میں پانی کا سب سے بڑا ذخیرہ ہیں) میں پانی خطرناک حد تک کم ہوا ہے وہیں پنجاب کے بیشتر علاقوں میں اس سال خریف کی فصل کی کاشت تقریباً 50 فیصد کم ہوگئی ہے جو پاکستان کے زرعی مستقبل پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ یاد رہے کہ پاکستان کی معیشت میں سب سے بڑا حصہ زراعت کا ہے۔

پانی کے خاتمہ کی سب سے تازہ ترین مثال جنوبی افریقہ کے ساحلی شہر کیپ ٹاؤن کی ہے جہاں عالمی اداروں کی جانب سے چند سال قبل پانی کے خاتمہ کی وارننگ جاری کی گئی تھی اور اب وہاں سے پانی کا مکمل خاتمہ ہو چکا ہے (پڑھے لکھے اور انٹرنیٹ سے واقفیت رکھنے والے حضرات یوٹیوب سے اس شہر سے متعلق میڈیا رپورٹس اور ڈاکیومینٹریز دیکھ سکتے ہیں)

جس حساب سے ہمارے ہاں روزانہ کی بنیاد پر پانی کو ضائع کیا جا رہا ہے اگر یہی صورتحال رہی تو آئندہ چند سالوں میں ہمارا حال اس سے بھی بدتر ہوگا کیونکہ جنوبی افریقہ میں تو پھر بھی حکومت عوام کی پرواہ کرتی اور عوام بھی بحیثیت عوام کچھ اقدامات اٹھاتی ہے اور حکومت دوسرے شہروں سے ٹینکرز کے ذریعے پانی فراہم کر رہی ہے لیکن یہاں پاکستان میں صورتحال کو بہتر طریقے سے کنٹرول کرنا تو دور کی بات ہے ، یہاں (خاکم بدہن) صرف افراتفری اور خانہ جنگی کا سماں ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا، خدارا پانی کو ضائع کرنے اور ہونے سے بچانے کی از حد ممکن کوشش کریں۔

آپ اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم روزانہ کی بنیاد پر اتنا پانی ضائع کر رہے ہوتے ہیں کہ جتنے پانی سے قحط زدہ علاقوں کے لوگوں کی کئی دنوں کی ضروریات بطریق احسن پوری ہو سکتی ہیں۔

ہم درج ذیل کاموں کو سرانجام دے کر اور احتیاطی تدابیر اپنا کر پانی کا بچاؤ اور بہترین استعمال یقینی بنا سکتے ہیں۔

1۔ اپنے گھروں میں موجود صحن، احاطے یا کچی جگہ پر درخت اور پودے لگائیں، کچی جگہ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں مختلف اقسام کے پودوں کے گملے ضرور رکھیں۔

2۔ اپنی موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں (بشمول کاروں اور رکشوں) کو پانی سے دھونے کے بجائے کپڑے سے صاف کریں۔

3۔ سڑکوں اور گلیوں میں پانی کے چھڑکاؤ سے اجتناب کریں۔

4۔ نہاتے وقت پانی کو ضائع ہونے سے بچائیں اور ضرورت سے زیادہ نہ بہائیں۔

5۔ گھروں اور ہوٹلوں میں برتن اور کپڑے دھوتے وقت بھی پانی کے غیر ضروری طور پر ضائع ہونے سے روکیں۔

6۔ گھروں کی صفائی کے دوران حتیٰ الامکان کوشش کریں کہ پانی ضائع نہ ہو۔

7۔ مکانون کی تعمیر کے دوران پانی کے غیر ضروری استعمال کو ترک کر دیں کیونکہ اس ذریعے سے بھی بہت سا پانی ضائع ہو جاتا ہے۔

نوٹ:- ہم (پڑھے لکھے حضرات) اپنے معاشرے میں موجود برائیوں اور حکمرانوں کی خامیوں کا تذکرہ تو دن رات بڑے زور و شور سے کرتے ہیں لیکن کیا کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ہم نے اپنی تعلیم و شعور کے ذریعے معاشرے کی مثبت تعمیر میں اپنا کیا کردار ادا کیا ہے؟

★

قوم کی تعمیر میں نوجوانوں کا کردار

آپ نے اکثر یہ جملہ سنا ہوگا کہ کسی قوم کی تعمیر میں اس کے نوجوانوں کا بڑا کردار ہوتا ہے۔نوجوان کس کو کہتے ہیں؟نوجوانی آپکی عمر کا وہ حصّہ ہوتا ہے کہ جب آپ بچپن کے دور سے نکل چکے ہوتے ہیں لیکن ابھی پختہ عمر یا سن شعور کی حدود میں داخل نہیں ہوئے ہوتے ہیں۔ یہاں پر شاید لفظ سن شعور پڑھ کر آپ ٹھٹھک گئے ہوں گے۔شاید آپ میں سے اکثر کو اپنے والدین سے بھی کبھی نہ کبھی یہ سننا پڑا ہوگا کہ " تم کو تو کسی چیز کا شعور ہی نہیں ہے "۔ اگرچہ ہم عام بول چال میں عقل و شعور ملا کر بولتے ہیں لیکن در حقیقت ان دونوں الفاظ کے معنی الگ الگ ہیں۔ عقل تو وہ صلاحیت ہے جو آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے آپکی پیدائش کے ساتھ پیدا کی ہے لیکن شعور، یعنی صحیح اور غلط اور فائدے اور نقصان کے درمیان تفریق کا ادراک اور اس ادراک کی روشنی میں کسی بھی عمل کو سرانجام دینا، یہ وہ صلاحیت ہے جو علم، مشاہدے اور تجربے کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ آپکے بزرگ اپنی عمر کے جس حصّے میں داخل ہو چکے ہیں وہاں انھیں اپنے مشاہدوں اور تجربوں، اور شاید اپنی غلطیوں سے بھی، بہت سی ان باتوں کا ادرک ہو چکا ہے جو ابھی شاید آپکو نہیں ہے۔ لہٰذا انکے مشورے، نصیحتیں اور کبھی کبھی جنجھلا کے کہا گیا یہ جملہ کہ "تم کو کسی چیز کا شعور نہیں ہے " دراصل انکی وہ خیر خواہی ہے کہ وہ آپ کو ان غلطیوں سے بچانا چاہتے ہیں جنھیں وہ یا تو خود کر چکے ہیں یا دوسروں کو کرتے دیکھ چکے ہیں ۔ ورنہ یہ یقین رکھیں کہ آپ کے بزرگوں کو آپ کی عقل اور آپ کی صلاحیتوں پہ کوئی شبہ نہیں۔ تبھی تو وہ آپ سے یہ کہتے ہیں کہ قوم کی تعمیر و ترقی میں نوجوانوں کا سب سے بڑا کردار ہے ۔

در حقیقت نوجوانی کا دور وہ دور ہوتا ہے جب انسان کے ارادے، جذبے اور توانائی اپنے عروج پہ ہوتے ہیں۔ اگر ان جذبوں اور توانائی سے قوم و ملک فائدہ نہ اٹھا سکیں تو یہ انتہائی بڑا نقصان ہے۔ اگر ہم اعداد و شمار کا جایزہ لیں تو پاکستان کی آبادی کا تقریباً ۶۰٪ حصّہ نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ یہ نوجوان وہ ہیں جو صلاحیتوں سے بھرپور ہیں۔ جنکے عزائم بلند ہیں۔ جو مایوس نہیں ہیں اور جنکو اپنے ملک سے محبّت ہے اور اپنے مسلمان ہونے پر فخر ۔

ضرورت اب صرف اس بات کی ہے کہ ہمارے سامنے ایک واضح خاکہ اور منصوبہ بندی ہو کہ ہمارے نوجوانوں کو اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے کیسے ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ یہ کام حکومت، والدین، اساتذہ اور خود نوجوانوں، سب کو مل کر کرنا ہے۔ اس وقت چونکہ ہمارے مخاطب نوجوان ہیں اس لئے جو کام انھیں کرنا ہے اسی پر ہم زیادہ بات کریں گے۔ ★

اس حوالے سے سب سے بنیادی چیز بہترین تعلیم کا حصول ہے- بہترین تعلیم کا مطلب مہنگے اور مشہور تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے وسائل اور استعداد کے مطابق آپ جہاں بھی تعلیم حاصل کر رہے ہوں آپکا ایک ایک لمحہ سیکھنے کے عمل میں استعمال ہو- اس وقت آپکے والدین اور آپکے ارد گرد کا تقریباً سارا ماحول آپکے تعلیم حاصل کرنے میں آپکا معاون ثابت ہو رہا ہے اس لئے اس وقت کو ضایع نہ ہونے دیں- زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی کوشش کریں- ایسا علم جو آپکو بہترین مسلمان اور اچھا انسان بنائے اور آپکی صلاحیتوں کو ابھارنے میں معاون ثابت ہو- اگر آپ میں لکھنے، پڑھنے، بولنے اور سمجھنے کی بہترین استعداد ہو گی تب ہی آپ ملکی معملات میں اپنا کردار بہتر طور پہ ادا کر سکیں گے-

تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کوئی نا کوئی ہنر سیکھنے کی کوشش بھی ضرور کریں- یہ ہنر ایک تو آپکے اپنے لئے بھی کار آمد ہو گا کہ آپکے لئے عملی زندگی میں ایک سے زیادہ راستے کھل جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ آپکے لئے انسانوں کو انسان سمجھنا زیادہ آسان ہو جائے گا- ہم معاشرے کے کچھ لوگوں کو ان کے پیشوں سے ہٹ کر اپنے جیسا انسان سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے - کوئی لوہار ہوتا ہے تو کوئی کمہار کوئی مستری تو کوئی پلمبر- جب ہم خود ان میں سے کوئی ہنر سیکھیں گے تو ہمیں احساس ہو گا کہ یہ کوئی ذاتیں نہیں ہیں بلکہ یہ تو بس کچھ ہنر ہیں جنھیں سیکھ کر لوگ اپنی روزی کما رہے ہیں -

ایک اور اہم کام جو آپکو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ آپکو ایک باخبر انسان بننا ہے- اپنی تاریخ سے بھی باخبر اور مستقبل میں کیا ہوتا نظر آرہا ہے اس سے بھی باخبر- آپ ہی وہ نسل ہیں جنھیں آگے جا کر ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے- اس لئے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ماضی کی غلطیاں کیا تھیں جنھیں اب نہیں دھرانا اور بہتر مستقبل کے لئے زمانے کے موجودہ وسائل اور ایجادات کا کیسے صحیح استعمال کرنا ہے- کتابیں پڑنے کی عادت ڈالیے- اچھی اور علمی صحبت تلاش کیجئے- انٹرنیٹ کی سہولت سے مثبت طور پے استفادہ حاصل کیجئے- فیس بک، YouTube، WhatsApp یہ سب چیزیں وقت ضایع کرنے کا باعث بھی بن سکتی ہیں اور ان سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے لہٰذا آپ ان سے فائدہ اٹھانے والے بنیے -

آپکو اپنے ارد گرد رہنے والے انسانوں اور ان کے مسائل سے بھی باخبر رہنا ہو گا تاکہ ایک دن جب آپ ایک ڈاکٹر، جج، وکیل، صحافی، استاد یا کسی بھی پیشے کی حثیت میں عملی طور پر مصروف عمل ہوں تو معاشرے میں موجود نسلی، لسانی اور طبقاتی اونچ نیچ سے بلاتر ہو کر معاشرے کی ان ناانصافیوں کو دور کرنے کا باعث بننے والے ہوں - جس معاشرے میں انصاف ہوتا ہے وہی معاشرہ ترقی کرتا ہے اور پھر اجتمائی طور پہ وہ پوری قوم ہی ترقی کی رہ پہ گامزن ہو جاتی ہے-

آپکو اپنی زندگی میں نظم و ضبط اور اپنے کام میں حسن اور ترتیب بھی ضرور پیدا کرنی ہو گی- آپ کتنی ہی محنت سے کوئی کام کریں لیکن اگر اس میں بے ترتیبی ہو گی تو نتیجہ وہ نہیں حاصل ہو گا جو اتنی محنت کے بعد حاصل ہونا چاہیے- اگر آپ اپنے ارد گرد نظر ڈالیں تو محنت کرتا ہوا تو تقریباً ہر شخص نظر آتا ہے بلکہ محنت کر کر کے ہلکان ہوا نظر آتا ہے

لیکن اس محنت کا کوئی قبل ذکر نتیجہ دکھائی نہیں دیتا- اس کی وجہ یہی ہے کہ اس محنت اور توانائی زیادہ بڑا حصّہ بے ترتیبی اور ناقص منصوبہ بندی کی نظر ہو جاتا ہے اور آخر میں جو چیز سامنے آتی ہے وہ حسن اور کمال سے عاری ایک چیز ہوتی ہے جس کو بس مارے بندھے قبول کرنا پڑتا ہے-

آپکو اپنی ذات کو بھی ایک اچھے نمونے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی ہو گی- گھر کے اندر بھی اور گھر کے باہر بھی آپکا اخلاق ایسا ہو کہ لوگ آپ سے خوش ہوں اور آپ کی صحبت میں رہنا پسند کریں- قوم کی تعمیر اور آپکے ذاتی اخلاق، اور خاص طور پہ گھر کے اندر آپ کے اخلاق، میں کیا نسبت ہے اس کو اس طرح سمجھیے کہ ایک گھر میں رہنے والے افراد ہی سے تو معاشرہ بنتا ہے اور معاشرے کے افراد مل کر ہی ایک قوم تشکیل دیتے ہیں- آج گھروں کے اندر رشتوں میں چپقلش اور نااتفاقی بڑھتی جا رہی ہے- جب اس ماحول سے نکل کر ایک فرد باہر کے افراد سے معاملہ کرتا ہے تو مزاج کی وہ برہمی ان معاملات پہ بھی اثر انداز ہونا شروع ہو جاتی ہے- دکاندار گاہک سے الجھ رہا ہوتا ہے پڑوسی دوسرے پڑوسی کی شکل سے بیزار نظر آ رہا ہوتا ہے اور آفس میں ہر شخص دوسرے کو اپنا دشمن سمجھ رہا ہوتا ہے- جب اس بیزار اور الجھی کیفیت میں ذاتی اور ملکی مسائل حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اسکا بھی کوئی کارآمد نتیجہ برآمد نہیں ہوتا- لہٰذا اس ماحول کو بدلنے کی کوشش کرنی ہے- ایک بیٹا یا بیٹی یا بہن یا بھائی کی حثیت سے اپنے گھر میں، طالب علم اور دوست کی حیثیت سے اپنے تعلیمی ادارے میں اور اپنے محلّے کے افراد کے ساتھ معاملات میں آپکی ذات لوگوں کے لئے سکون اور خوشی کا باعث ہو- آپ تلخیوں اور غلط فہمیوں کو دور کرنے والے ہوں نہ کہ انکو بڑھاوا دینے والے- اگر ہم میں سے ہر شخص اور خاص طور پہ آپ نوجوان اگر اپنی ذات سے اس چیز کی ابتدا کر دیں تو کچھ وقت تو ضرور لگے گا لیکن یہ بے سکونی اور جھنجھلاہٹ کی فضا ضرور بدلے گی۔

اور آخر میں ایک اہم بات جو آپ کو اپنے ذہنوں میں راسخ کر لینی ہے کہ اس مملکت خداداد کے حصول کی جدجہد میں آپ ہی کے جیسے نوجوان تھے جو قائداعظم اور ان کے ساتھیوں کے دست و بازو بنے تھے- آج اس ملک کی تعمیر و ترقی میں بھی آپ ہی کو سب سے اہم کردار ادا کرنا ہے- آپ ہی دنیا کے سامنے اپنے ملک و قوم کی شناخت ہیں اور آپ ہی کو اپنی قوم میں دوبارہ اس کی عظمت اور حیثیت کے احساس کو اجاگر کرنا ہے- آپ اپنے بزرگوں کی امید ہیں اور اپنے بعد آنے والی نسل کے لئے ایک مثالی نمونہ- اپنی زندگی کے ہر لمحے کو اس احساس کے ساتھ گزاریں کہ کوئی وجہ نہیں کہ آپکے بزرگوں کی رہنمائی اور آپکی محنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ اس مقام پہ پہنچا دے جو ہم کھو بیٹھے ہیں -

★

جھوٹ مت بولیں

صبح کے آٹھ بجے کا وقت تھا ایک گھر کے باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا آٹھ نو برس کا ایک لڑکا باہر کی طرف لپکا اس نے دروازہ کھولا سامنے اپنے پاپا کے دوست عدنان کو موجود پایا۔ انہوں نے کہا: بیٹا! اپنے پاپا جان کو باہر بھیجنا ان سے ایک ضروری کام ہے۔

وہ لڑکا گھر واپس ہوا اور اپنے پاپا جان کے روم میں گیا اور کہا پاپا جان! پاپا جان! باہر آپ کے دوست انکل عدنان آئے ہیں۔

چند آوازوں کے بعد انہوں نے عدنان کا نام سنا اور کہا: جاؤ انہیں کہہ دو میں گھر پر نہیں ہوں۔ مجھے ابھی اور سونا ہے یہ کہہ کر انہوں نے کروٹ بدل لی۔

مگر پاپا جان آپ گھر پر ہیں اور یہ جو میں نے کہا ہے وہ کرو انہوں نے غصے سے کہا: مجبوراً اسد دروازے پر آیا اور کہا انکل پاپا جان گھر نہیں ہیں۔

عدنان صاحب واپس چلے گئے مگر اسد کو سارا دن ملال رہا کہ اس کے والد نے جھوٹ بولا ہے اور اسے بھی جھوٹ بولنے میں مجبور کیا ہے۔

وہ اپنے دادا ابو کے پاس گیا اور کہا دادا ابو آج یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ پاپا جان نے جھوٹ بولا ہے اور مجھے بھی ترغیب دی صرف نیند پوری کرنے کے لئے!!!.....

دادا ابو نے کہا بیٹا بات تو بری ہے یہ آپ کے پاپا جان کو سوچنا چاہئے تھا ہم مسلمان ہیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ بولنے سے منع ہی نہیں کیا بلکہ لعنت بھی بھیجی ہے ہم سے تو انگریز اچھے ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے جبکہ ہم مسلمان دن رات....

دادا جان انگریز تو عیسائی ہیں کیا جھوٹ بولنا انہیں بھی منع ہے؟ بیٹا جی وہ بھی اہل کتاب ہیں اللہ نے سب کو جھوٹ بولنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

اچھا بیٹا رات کو سب کو یہ واقعہ سناؤں گا کہ انگریز جھوٹ سے کتنی نفرت کرتے ہیں۔

رات کو سبھی کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ کھانے کے بعد سبھی منتظر تھے کہ اسد کے دادا ابو کون سا واقعہ سنائیں گے۔ پاکستان سے ایک طالب علم حصول تعلیم کے لئے برطانیہ گیا وہ ایک گھر میں پے انگسٹ کے طور پر ایک گھر میں ٹھہرا دادا ابو یہ پے انگسٹ کیا ہوتا ہے، عمر نے پوچھا۔

بیٹا! جیسے لوگ ہوٹلوں میں رہتے ہیں اسی طرح ایک گھر میں ایک کمرے میں جو کرائے دار ہو تا وہ گھر والوں کے ساتھ گھریلو کھانا کھاتا ہے کوئی علیحدہ کھانا نہیں ہوتا۔ ایک فرد کے لئے علیحدہ کمرہ نہ بھی ہو وہ ان کے بیٹے کے ساتھ بھی رہ سکتا ہے۔

★

ایسے ہی ایک گھر میں وہ ٹھہرا۔ میاں بیوی اور ایک چھ سات سال کا بچہ تھا۔ اسے رہتے ہوئے کچھ ماہ ہو گئے تھے ایک دن میاں بیوی کو کہیں کام سے جانا تھا انہوں نے سٹوڈنٹ سے پوچھا کہ اسے کسی کام سے باہر تو نہیں جانا؟ اس نے کہا نہیں مجھے باہر کوئی کام نہیں۔

ہم اپنا بچہ آپ کے پاس چھوڑ جائیں۔؟ اس نے رضامندی ظاہر کر دی۔

کیونکہ کیوٹ سا بچہ اس سے کافی مانوس تھا۔ دونوں ایک ساتھ رہتے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ کھیلتا ہوا کچن میں چلا گیا وہ اپنے دھیان پڑھ رہا تھا کہ اچانک کوئی چیز ٹوٹنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی بچے کے چیخنے کی آواز آئی وہ جلدی سے کچن میں گیا دیکھا کہ پانی پینے والا شیشے کا گلاس بچے کے ارد گرد ٹوٹا پڑا تھا اور پانی بھی بہہ رہا تھا جبکہ بچہ ایک طرف سہما کھڑا تھا۔

اس نے بچے کو تسلی دی کہ پریشان مت ہو جب آپ کی والدہ واپس آئیں گی میں ان سے کہوں گا کہ گلاس مجھ سے ٹوٹا ہے۔

اسی شام وہ بچہ اس سٹوڈنٹ کے پاس آیا وہ بہت افسردہ تھا اس نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا "انکل میں نے اپنی ماما کو سچ بتا دیا ہے کہ گلاس مجھ سے ٹوٹا ہے مجھے اچھا نہیں لگا کہ میری غلطی آپ اپنے سر لیں اور سب سے بڑی بات مجھے جھوٹ بولنا اچھا نہیں لگا تھا۔

اگلی صبح وہ سٹوڈنٹ یونیورسٹی جانے کی تیاری کر رہا تھا اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اس نے دروازہ کھولا سامنے اس کے بچے کی ماما کھڑی تھیں اس نے سب سے پہلے صبح بخیر کہا اور نہایت شائستگی سے کہا "کہ ہم آپ کو ایک نفیس اور شریف آدمی سمجھتے تھے مگر آپ نے ہمارے بچے کو جھوٹ کی ترغیب دیکر اپنا وقار خراب کر لیا ہے۔

ہم نے آج تک اپنے بچے سے جھوٹ نہیں بولا اور نہ اسے جھوٹ بولنے کی ترغیب دی ہے۔ لہٰذا ہم آپ کو ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ آپ مہربانی فرما کر چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اپنی رہائش گاہ کا بندوبست کر لیں۔

اس کے بعد سب نے دیکھا کہ اسد کے پاپا کا سر جھکا ہوا تھا اس نے کہا بھئی سوری آئندہ سے وعدہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔

مجھے نیند آ رہی تھی اور میری طبیعت کچھ ناساز تھی۔ اسد کے دادا ابو نے کہا "بیٹا ہم سب کو اپنا احتساب کرنا چاہیے کوئی گاہک ہو یا دوکاندار مالک ہو یا نوکر، کمپنی ورکر ہو یا مالک سکول ہو یا ٹیچر.... دن میں کئی بار جھوٹ بولتے ہیں اور اسے معمولی سمجھتے ہیں یا کسی کو بیوقوف بنانے کے لئے....

میں اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگتا ہوں اسد کے پاپا نے کہا بہت اچھی بات ہے اس کا سہرا اسد کے سر جاتا ہے یہ مجھے نہ بتاتا اور نہ ہم سب کو احساس ہوتا۔

سب بچوں سے گزارش ہے کہ وہ بھی جھوٹ مت بولیں۔

★

غزل

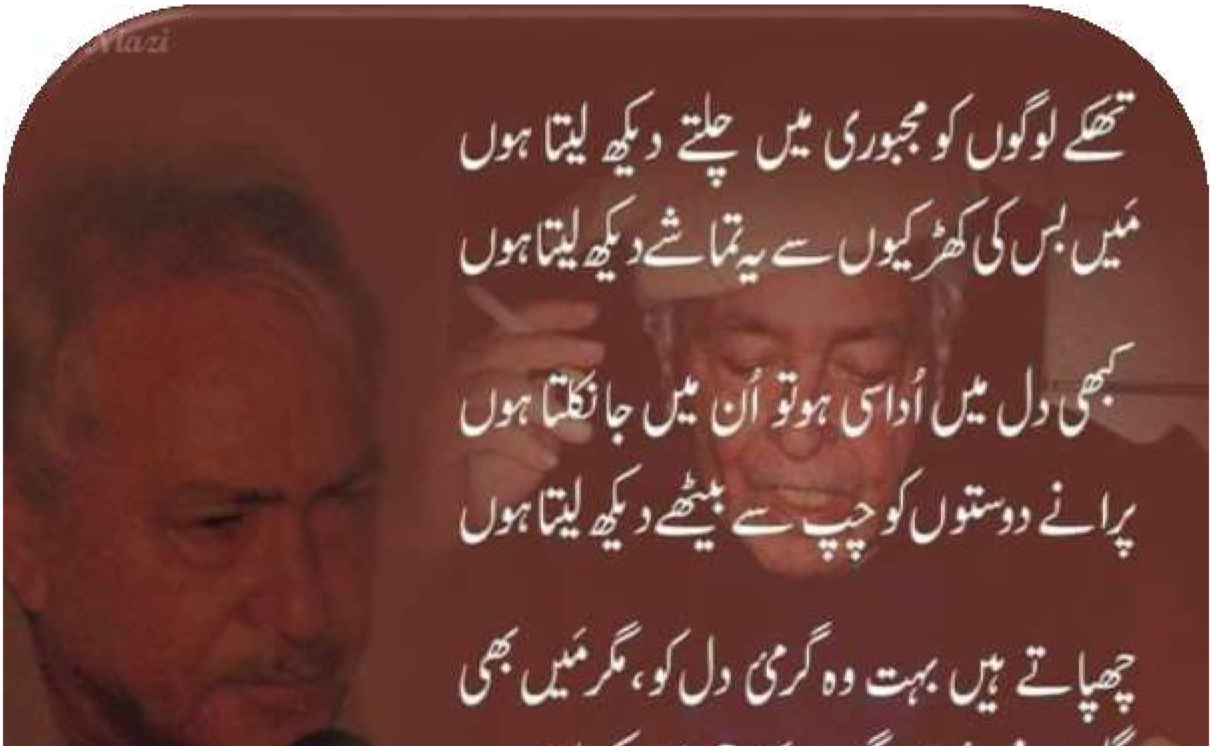
تھکے لوگوں کو مجبوری میں چلتے دیکھ لیتا ہوں
مَیں بس کی کھڑکیوں سے یہ تماشے دیکھ لیتا ہوں
کبھی دل میں اُداسی ہو تو اُن میں جا نکلتا ہوں
پرانے دوستوں کو چپ سے بیٹھے دیکھ لیتا ہوں
چھپاتے ہیں بہت وہ گرمیٔ دل کو، مگر مَیں بھی
گُلِ رُخ پر اُڑی رنگت کے چھینٹے دیکھ لیتا ہوں
کھڑا ہوں یوں کسی خالی قلعے کے صحنِ ویراں میں
کہ جیسے مَیں زمینوں میں دفینے دیکھ لیتا ہوں
منیرؔ اندازۂ قعرِ فنا کرنا ہو جب مجھ کو
کسی اونچی جگہ سے جھک کے نیچے دیکھ لیتا ہوں
منیر نیازی
/MuneerNiaze

جابر الباطنی

ابو عبد اللہ محمد بن جابر البتانی (929-858) مصر کے مشہور ماہر فلکیات اور ریاضی دان تھے۔ مغرب میں البتانی کو آپکے نام کے لاطینی ترجمہ Albategnius سے جانا جاتا ہے۔

ابو عبد اللہ البتانی کا شمار دنیا کے عظیم ترین فلکی سائنسدانوں میں ہوتا ہے، اس کی وجہ ان کے وہ اہم نظریات ہیں جو انہوں نے اس میدان میں وضع کیے

ابو عبد اللہ البتانی کا بہترین کارنامہ سال کی لمبائی کو حیران کن طور پہ درست متعین کرنا تھا انہوں نے سال کی لمبائی اپنی کتاب (کتاب الزیج الصابی) میں 365 دن 5 گھنٹے 46 منٹس اور 24 سیکنڈز لکھی جو جدید مشاہدات سے 2 منٹ کم ہے۔

ابو عبد اللہ البتانی نے زمین کے جھکاو کا زاویہ (Earth Tilt Angle) بھی معلوم کیا جو البتانی کے مطابق 23 ڈگری 35 منٹس تھا جو کہ غیر معمولی طور پہ حقیقی زاویہ 23 ڈگری 27 منٹس اور 8.26 سیکنڈز کے بہت قریب ہے۔

یہ البتانی ہی تھے جنہوں نے چاند گرہن اور سورج گرہن کو سورج کے زمین سے بعید ترین فاصلے میں تبدیلی دیکھا کر ثابت کیا

ابو عبد اللہ البتانی نے 489 ستاروں کو نام دے کر فہرست بنائی

نکولس کوپرنیکس نے اپنی کتاب Copernican Revolution میں کئی بار البتانی کا ذکر کیا، اسکے علاوہ مشہور سائنسدانوں Galileo , Kepler , Tycho Brahe نے بھی اپنے مشاہدات میں البتانی کا حوالہ دیا۔۔

آپکی سائنسی خدمات پہ چاند کے کریٹر Albategnius Crater کو آپکے نام پہ رکھا گیا

★

Great Britain
Great Britain includes England, Scotland, and Wales.
SCOTLAND
ENGLAND
United Kingdom
The United Kingdom includes England, Scotland, Wales, and Northern Ireland.
SCOTLAND
IRELAND
ENGLAND

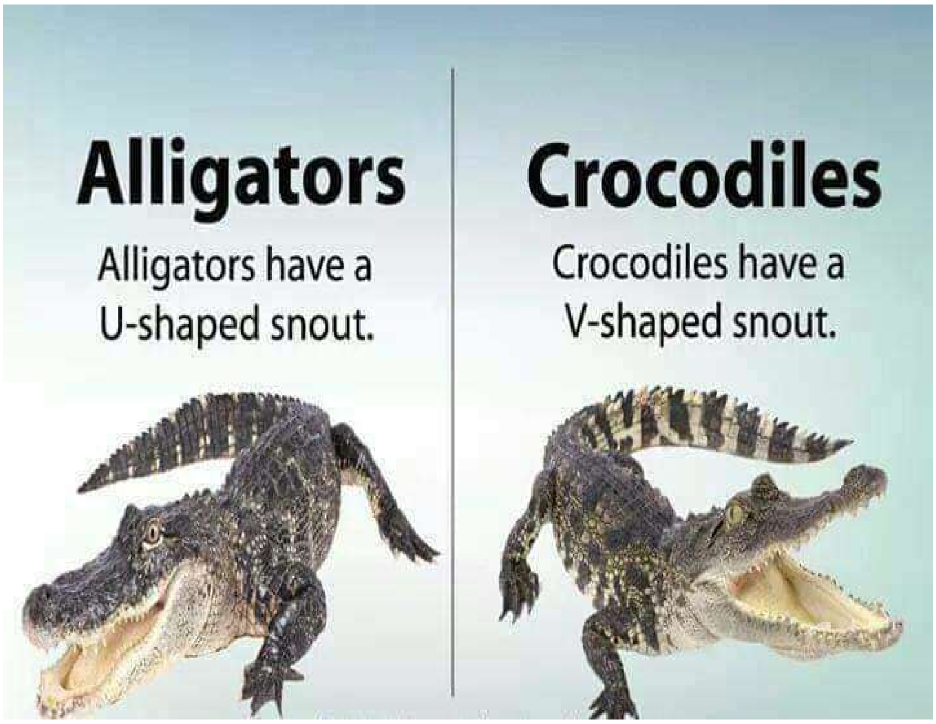
Alligators
Alligators have a U-shaped snout.
Crocodiles
Crocodiles have a V-shaped snout.

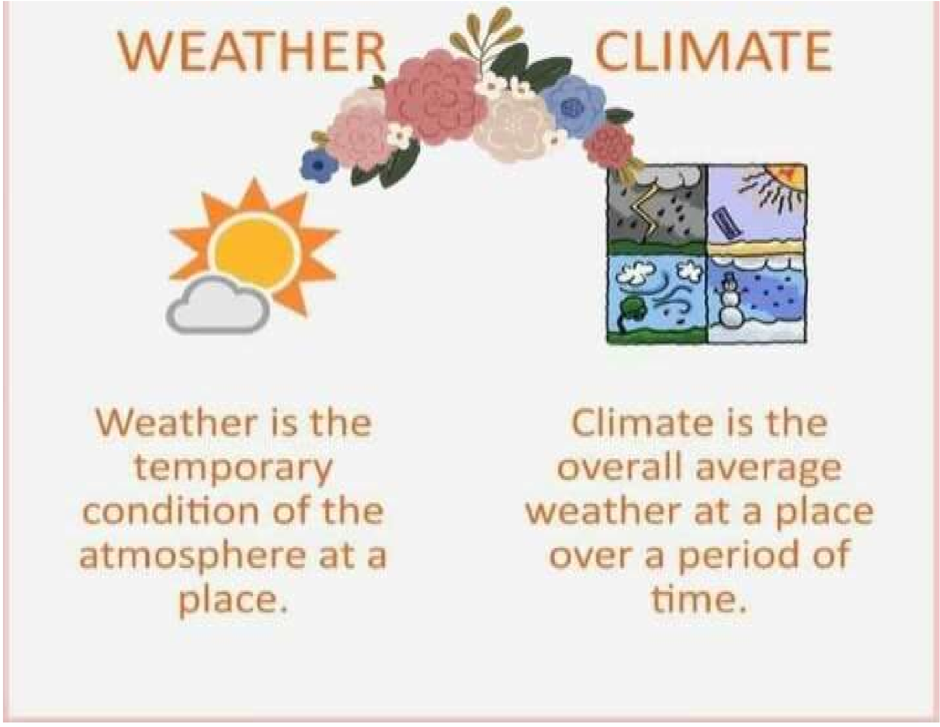
WEATHER
CLIMATE
Weather is the temporary condition of the atmosphere at a place.
Climate is the overall average weather at a place over a period of time.

JAM
JELLY
Jam is made of a whole fruit.
Jelly is made of fruit juice.

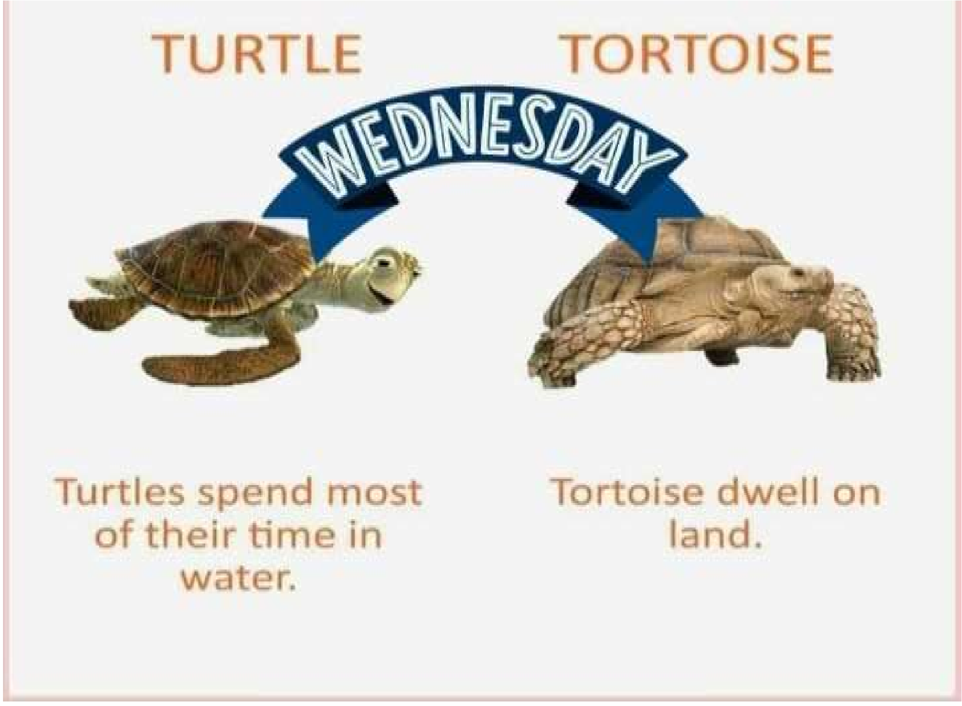
TURTLE
TORTOISE
WEDNESDAY
Turtles spend most of their time in water.
Tortoise dwell on land.

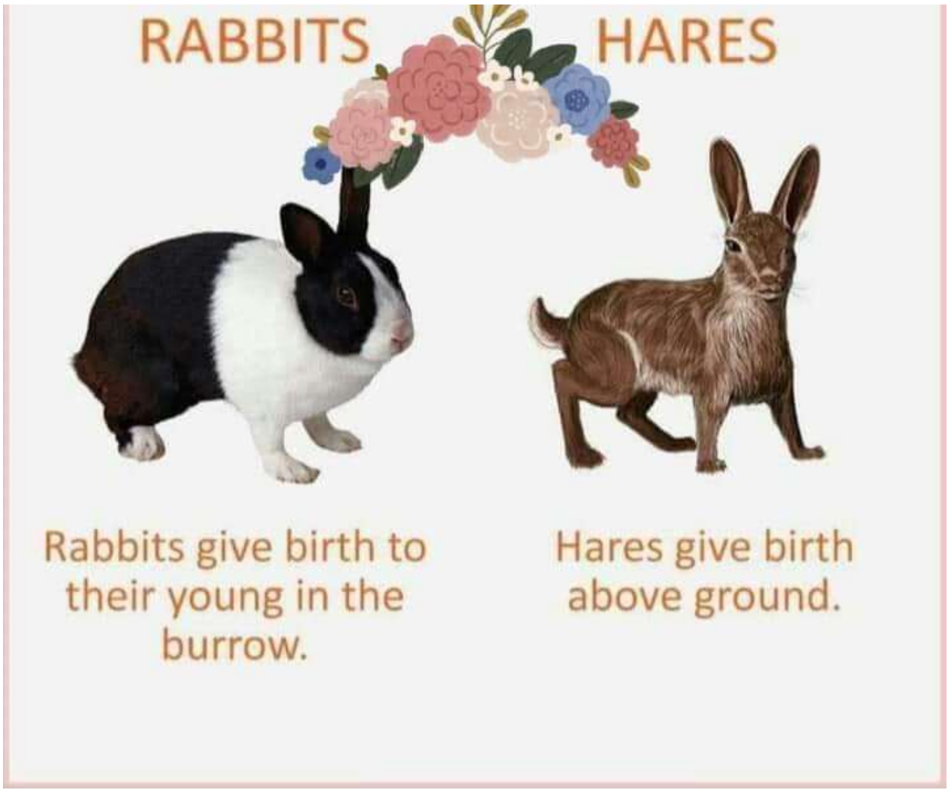
RABBITS
HARES
Rabbits give birth to their young in the burrow.
Hares give birth above ground.

ڈرتے ہیں اے زمین ترے آدمی سے ہم

انسان اندر سے، خود غرض اور لالچی ہوتا ہے۔ مذہب، روایات اور معاشرے کی قید نہ ہو تو وہ درندوں سے زیادہ خونخوار اور وحشی ہو، ایسا خوفناک کہ اپنے بچوں کو بھی نگل سکتا ہے۔ یہ انسان کی وہ تعریف ہے جو تاریخ کو پڑھتے ہوئے کسی کے بھی ذہن میں آسکتی ہے۔ ہٹلر، حجاج بن یوسف، الزبتھ بتھوری، ہلاکو یا چنگیز خان ہو وہ تو وہ کردار ہیں جنہیں مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ورنہ ہم میں ہر انسان کے اندر ایک الزبتھ بتھوری ایک چنگیز خان چھپا بیٹھا ہے۔ ننانوے فی صد انسان مجرمانہ سوچ کے حامل ہوتے ہیں، اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے سے انسان کو مذہب، معاشرے اور روایات کا خوف کہیں نہ کہیں روک لیتا ہے۔
اگر دنیا کے بیشتر مذاہب میں جنت اور جہنم کا تصور نہ ہوتا سزا اور جزا کی بات نہ کی جاتی، معاشرے کی کوئی اخلاقی حدود نہ ہوتیں یا قانون اور ریاست کا تصور نہ ہوتا تو پھر انسان کا ایک ہی چہرہ ہوتا وہ بہت بھیانک ہوتا۔ زیادہ تر انسان اتنا گھناونا سوچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکی اس سوچ پر انہیں معافی دے دی تب تک جب تک وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ انسان اچھائی کم سوچتا ہے اسی لئے اسے اچھائی کا سوچتے ہی اجر مل جاتا ہے بھلے اس پر وہ عمل کرتا ہے یا نہیں۔ اللہ بڑا کریم ہے مگر انسان فطری طور پر ظالم اور ناشکرا ہے۔ اسی انسان کو قرآن میں ظالم، جاہل، متکبر، جھگڑالو، تنگ دل، کم ہمت اور بخل کرنے والا بھی کہا ہے۔ فرشتوں نے انسان کی تخلیق پر کہا کہ وہ زمین پر فساد اور خون خرابہ کرے گا لیکن وہ انسان کا خالق ہے وہ اس کی کمیوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ جہاں اس نے اسے اشرف المخلوقات کہا اسے خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا، وہاں اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں فرمایا وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اللہ ایک طرف اس پر عظیم ذمہ داری ڈال رہا ہے وہاں اسکی فطرتی کمزوریوں سے بھی پردہ اٹھاتا ہے۔ انسان جتنا بھی فطرتی کمزوریوں کا مالک ہو وہاں ایک چیز ایسی بھی اللہ نے بتادی جو انسان کی فکر کو روشن کرتی ہے تمام ظلم اور جہالتیں اس سے دور کرتی ہے انسان اور چوپائے میں فرق کرتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی ناراضگی کا خوف ہے۔ اختیار ایسی چیز ہے جو جیسے ہی انسان کے ہاتھ میں آتی ہے وہ مذہب، قانون، روایات اور معاشرتی حدوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ علق میں فرمایا جب انسان اپنے آپکو بے نیاز دیکھتا ہے تو سرکشی کرتا ہے۔
انسان کے اندر جب اللہ کی محبت ختم ہو جاتی ہے تو وہ اسکی ناراضگی سے بے نیاز ہو کر اپنی فطرت پر آجاتا ہے، دنیا کا حرص اور طمع اسے ظالم بنا دیتا ہے۔ وہ اپنے انجام سے بے نیاز ہو کر اپنے اُوپر بھی ظلم کرتا ہے اور اپنے ساتھی انسانوں پر بھی۔ صاحب اختیار سے مراد حاکم نہیں ہر شخص اختیار والا ہے وہ اپنی ذات اور اہل و عیال پر اختیار رکھتا ہے۔ اور اس سے اسکی بابت پوچھا جائے گا۔ اگر کوئی اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تو وہ ظالم ہے۔ اپنے اہل و عیال کی حق تلفی کرتا ہے، ہمسائے کے حقوق ادا نہیں کرتا، لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے، بددیانتی اور خیانت کرتا ہے تو وہ ظالم ہے۔ ظلم اجتماعی زندگیوں پر تب اثر انداز ہوتا ہے جب وہ

انفرادی زندگی کا حصہ بن چکا ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ کوئی دوسرے کے جس عیب کا جتنا چرچا کرے سمجھ لو یہ عیب اسکے اندر موجود ہے جسے واویلا کر کے وہ دبانے یا چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم بڑی کرپشن کا واویلا کرتے ہیں لیکن ہم میں سے سب لوگ کرپٹ ہیں۔ ہم اپنی انفرادی زندگی میں ظالم ہیں۔ جب ہم ایک ملازم کے ساتھ اچھا سلوک روا نہیں رکھ سکتے تو ہم حکمرانوں سے رعایا سے اچھا سلوک نہ کرنے کا شکوہ کرنے کا بھی حق نہیں رکھتے۔ اصلاح احوال ہم ہمیشہ انفرادی زندگی سے شروع ہوتی ہے۔ اور وہ تب ہو سکتی ہے جب ہم میں اللہ کا خوف پیدا ہو گا، ورنہ بڑھتے ہوئے جرائم اور آئے روز حیوانیت اور درندگی کی داستانیں بڑھتی جائیں گی۔ انسان کو اپنی فطری کمزوریوں کو اللہ کی محبت اور اسکے خوف سے اپنی طاقت بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان فطری طور پر تنگ دل ہے تو اسے اس ہدایت کے نور سے جس نے سخاوت، صدقہ اور زکوۃ کا درس دیا، اس سے اپنی دلوں میں وسعت پیدا کرنی چاہئے، اگر وہ ظالم ہے تو اسے رحم، خدمت، شفقت، محبت اور ہمدردی جیسے خوبصورت جذبات سے ظلم کو ختم کر دینا چاہیے۔ اگر ناشکرا ہے اور اس میں تکبر ہے تو نماز اور عبادت سے شکر ادا کرنا اور جھکنا سیکھنا چاہیے۔ جہالت اور کم ہمتی کو ایمان کی طاقت سے ختم کر سکتا ہے۔ اللہ نے کمزوریوں سے نہ صرف پردہ اٹھایا بلکہ ان کو دور کرنے کے راستے بھی دکھا دیئے ہیں۔ اگر انسان جزا اور سزا کے تصور سے بغاوت پر اتر آئے تو وہ ہلاکو اور چنگیز سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اسی فلسفے اور تصور کو پختہ کرنے کی ضرورت ہے، یقین کیجئے، کرپشن، بے راہ روی، ظلم اور جبر سب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ معاشرہ ہم لوگ تشکیل دیتے ہیں یہ حکمران بھی ہم میں سے ہی ہوتے ہیں۔ آنیوالے وقتوں میں معاشرے کو تباہی اور درندگی کے حوالے کرنے سے بہتر ہے کہ ابھی سے اس کی بہتر پلاننگ کی جائے۔ اپنی نسلوں کو آنیوالے وقتوں کی میں زندگی کے ہر میدان میں قیادت کیلئے تیار کیا جائے۔ اللہ کے خوف کو اور سزا اور جزا کے تصور کو بچپن سے ہی بچوں کی تربیت کا حصہ بنانا چاہیے، یہ ان کے اندر پختہ ہو جائے، تاکہ جب یہی بچے بڑے ہو کر کسی مقام پر پہنچیں تو یہ خیانت اور بددیانتی کرنے کا سوچ بھی نہ سکیں۔ ایماندار اور دیانتدار نسل ہی قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتی ہے۔

انسانیت کی ترقی میں سائنس فکشن کا کردار

رواں برس نوبل پرائز اُن تین سائنس دانوں کے حصّے آیا، جنہوں نے نئی دُنیاؤں کی دریافت کے لیے بے مثال تحقیق کی۔ آسٹروفزکس یا نجمی طبیعیات سے تعلق رکھنے والے ان تین ماہرین میں سے جِم پیبلز کا تعلق امریکا، جب کہ مائیکل میئر اور ڈیڈیئر کوئلوز کا سوئٹزرلینڈ سے ہے۔ پیبلز نے اپنی تحقیق میں یہ جاننے کی کوشش کی کہ ہماری کائنات کیسے وجود میں آئی، اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں اور یہ آپس میں کیسے جُڑے ہوئے ہیں، جب کہ میئر اور ڈیڈیئر نے اپنی تحقیق کا محور و مرکز سیّاروں کو بنایا۔ انہوں نے نظامِ شمسی سے باہر ایک ایسا سیّارہ دریافت کیا کہ جو سورج کی بہ جائے کسی اور ستارے کے گرد گردش کر رہا ہے۔ ایسے سیّاروں کو خلائی سائنس کی اصطلاح میں ''ایگزو پلینیٹ'' کہا جاتا ہے۔

سائنس دانوں کا ماننا ہے کہ خلا میں ایسے چار ہزار سے زاید سیّارے موجود ہیں۔ یاد رہے کہ ان کارناموں کو سائنس فکشن اور سازشی فلسفے قرار دے کر رد نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ خلا کو تسخیر کرنے کی اس مُہم میں امریکا، یورپ، جاپان، چین، رُوس اور بھارت جیسے ممالک حصّہ لے رہے ہیں۔

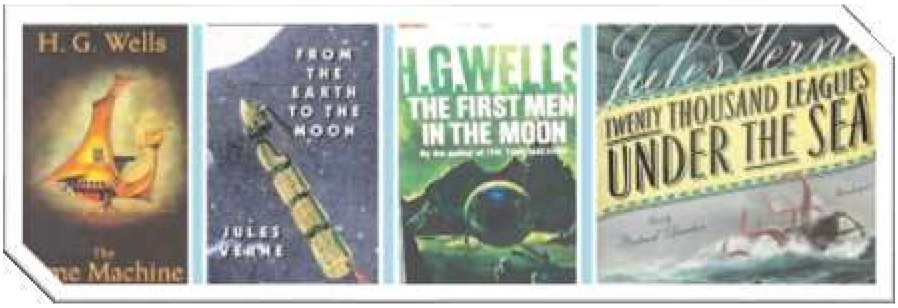

ہمارے حکمران، اہلِ دانش اور سیاست دان ہمہ وقت، بالخصوص نوجوانوں کو قومی ترقّی کے لیے اعلیٰ تعلیم کے حصول اور سخت محنت کی تلقین کرتے رہتے ہیں اور ہر حکومت ٹیکنالوجی کے فروغ کا دعویٰ بھی کرتی ہے، لیکن پھر وقتاً فوقتاً تعلیمی نظام کے ناقص، غلامانہ سوچ کے حامل ہونے اور اس میں انقلابی تبدیلیاں لانے کے بیانات بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔
دِل چسپ بات یہ ہے کہ ہمارے وہ رہنما ہی نصاب کو غلامانہ سوچ کا حامل قرار دیتے ہیں کہ جنہوں نے خود برطانیہ میں تعلیم حاصل کی اور اس دوران انہیں لمحہ بھر کے لیے بھی اس بات کا احساس نہیں ہوا، حالاں کہ پاکستانی قوم توگزشتہ 72 برس سے سِسک سِسک کر جی رہی ہے۔
پھر نصاب میں انقلابی تبدیلی لانے کی بات کرتے ہوئے ان کے ذہن سے یہ بات بھی نکل جاتی ہے کہ ان کے اپنے بچّے کیمبرج اور اوکسفرڈ سسٹم کے تحت تعلیم حاصل کرکے ترقّی کی منازل طے کرتے ہیں۔ یہ انگریزوں کے نظامِ تعلیم کو مات دینے کا فخریہ ★

دعویٰ کرتے ہیں، لیکن کیمبرج اور اوکسفرڈ سسٹم کے نام پر قائم ہونے والے بیش تر اسکولز میں تعلیم و تربیت کے نام پر بچّوں کو تیراکی سکھائی جارہی ہے اور کباڑیوں سے پُرانے کمپیوٹرز خرید کر آئی ٹی کی تعلیم کے نام پر بچّوں اور اُن کے والدین کو بے وقوف بنایا جارہا ہے۔ تاہم، اس قوم کو کبھی اس بات پر غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی، کیوں کہ یہ بچّوں کو نان نفقے اور نام نہاد معیاری تعلیم کی فراہمی ہی میں اپنی نجات سمجھتی ہے۔

ہمارے مقرّرین اسٹیو جابز اور بِل گیٹس کی مثالیں پیش کر کے خود کو اسکالرز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن کبھی کسی نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اسٹیو جابز، آئن اسٹائن، ردر فورڈ، نیوٹن اور گیلیلیو جیسی شخصیات کیسے جنم لیتی ہیں اور ان کے کارناموں کو آگے کیسے بڑھایا جارہا ہے۔ ہم نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی کہ دُنیا میں نِت نئی دریافتیں اور ایجادات کیوں کر ممکن ہورہی ہیں۔ نیز، تخیّل سے تخلیق تک کے مراحل کس طرح طے ہوتے ہیں اور نہاں، عیاں میں کیسے بدلتا ہے۔

بہرکیف، پندرھویں صدی عیسوی کے بعد مغرب پر ایجاد و دریافت کا جنون سوار ہوا۔ یہ یورپ کی نشاۃِ ثانیہ کا دَور تھا۔ اس دوران یورپی باشندوں نے دوسرے برِاعظموں میں نئی نئی انسانی آبادیاں دریافت کیں، لیکن پھر بھی تشنگی باقی رہی، تو خلا کی تسخیر میں مصروف ہوگئے۔ دُوربین ایجاد کرنے کے بعد گیلیلیو نے نظامِ شمسی اور سورج کے گرد گردش کرنے والے سات سیّاروں کے بارے میں اپنی تھیوریز پیش کیں۔ پھر مغرب نے سمندر کی تہہ میں نئے نئے جہان تلاش کرنا شروع کیے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یورپ میں یہ سوچ کیسے پیدا ہوئی۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یورپی دانش وَروں اور مفکرین نے اپنی تحریروں کے ذریعے ذہنوں کے دریچے کھولے اور پھر نئی دُنیاؤں کی تلاش کا سفر شروع ہوا۔ مثال کے طور پر آج سے تقریباً تین سو سال پہلے جولز ورنے "From The Earth To The Moon" نامی اپنے ناول میں ایک ایسے خلائی جہاز کا تصوّر پیش کیا تھا کہ جو طاقت وَر توپ سے لانچنگ کے بعد چاند کے مدار میں داخل ہوجاتا ہے اور اس کے گرد چکر لگانا شروع کر دیتا ہے۔ بعد ازاں، اس اسپیس شپ کا سفر زمین پر واپسی کی صورت اختتام پذیر ہوتا ہے۔

اپنے دوسرے ناول میں جولز نے ایک ایسے سیّارچے کی داستان قلم بند کی ہے، جو خلا سے متعلق نِت نئے راز دریافت کرنے کا سبب بنتا ہے۔ تاہم، اسی ناول نگار کے ایک شاہ کار، Twenty Thousand Leagues Under the Sea میں پہلی مرتبہ ایٹمی طاقت سے چلنے والی ایک ایسی آب دوز کا تصوّر پیش کیا گیا کہ جو سمندر کی اتھاہ گہرائی میں پہنچنے کے بعد آبی دُنیا کے سر بستہ رازوں سے پردہ اُٹھاتی ہے۔ یہ تمام ناولز بیسٹ سیلر ثابت ہوئے اور کم و بیش تمام یورپی زبانوں میں ان کا ترجمہ کیا گیا۔ ان

ناولز ہی کے سبب مغربی باشندوں بالخصوص طلبہ میں خلا اور سمندر کی سیر کی تڑپ پیدا ہوئی۔ نتیجتاً، جدید ترین خلائی جہاز اور آب دوزیں وجود میں آئیں۔

واضح رہے کہ اس وقت خلا میں تحقیق اور چاند کے گرد چکر لگانے کا اعزاز 9 ممالک کو حاصل ہو چکا ہے اور چاند کی جانب تجارتی پرواز کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہونے کو ہے۔ جولز کے علاوہ ایک اور سائنس فکشن رائٹر، ایچ جی ویلز نے فلکیات کے موضوع پر خاصے متنوّع ناولز لکھے۔ ان کا ناول، ”The First Men in the Moon“ پڑھیں، تو آنکھوں کے سامنے ”اپالو 11“ کا مِشن گھومنے لگتا ہے۔ ایچ جی ویلز نے سترہویں صدی عیسوی میں اپنے ناول میں انسان کو چاند پر اتارا اور سائنس دانوں نے 20 ویں صدی عیسوی میں اس کے تخیّل کو حقیقت کا رُوپ دیا۔

مذکورہ ناول میں تخیّل کی پرواز اپنے عروج پر ہے اور مستقبل کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ ویلز کے ایک ناول، ”A Journey To The Centre Of Earth“ میں سائنس دانوں کو ڈائنوسار کے زمانے میں سفر کرتے دکھایا گیا ہے۔ بعد ازاں، اس ناول سے متاثر ہو کر سائنس دانوں نے اپنا دریافت کا سفر آگے بڑھایا۔ اسی طرح ایچ جی ویلز کے شہرۂ آفاق ناول، ”The Time Machine“ کے مرکزی کردار کو ماضی اور مستقبل میں سفر کرتے دکھایا گیا ہے۔

یہ کردار روشنی سے بھی زیادہ رفتار سے سفر کرتا ہے اور اب خلائی طیّارے ہزاروں مِیل فی گھنٹا کی رفتار سے سفر کر کے مریخ تک پہنچ چکے ہیں۔ تاہم، جس روز انسان نے روشنی سے بھی زیادہ رفتار سے سفر کرنا شروع کر دیا، تو اس کا وجود ہی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔ ویلز کی ایک اور غیر معمولی تخلیق، ”Invisible Man“ میں انسان کو غائب ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مذکورہ ناول میں سائنس دان ایک ایسی دوا تیار کرتا ہے کہ جسے پی کر انسان نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اس وقت حقیقت میں ایک دکھائی نہ دینے والا آدمی بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ البتہ کلوننگ کے ذریعے ایک ”ڈولی“ نامی بھیڑ بنالی گئی ہے۔ تاہم، اس عمل کی اخلاقی و قانونی پیچیدگیوں پر بحث جاری ہے۔

ایچ جی ویلز کی ایک اور لاجواب تخلیق، ”War Of The Worlds“ ہے، جس میں پہلی مرتبہ خلائی مخلوق کا تصوّر پیش کیا گیا۔ یہ مخلوق خلائی جہازوں کی مدد سے ہماری زمین پر حملہ آور ہوتی ہے۔ اس کے جدید ہتھیاروں کے سامنے انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ تاہم، جراثیم اس مخلوق کا صفایا کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آج سے 300 برس پہلے جو تصوّرات انسان کی توجّہ کا مرکز بنے، وہ اب حقیقت کا رُوپ دھار چکے ہیں۔ تیز رفتار طیّاروں، اسپیس شپس، روبوٹس، مصنوعی ذہانت اور انٹرنیٹ نے انسانوں کا طرزِ زندگی ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔

تخیّل کی پرواز اور ترقّی کا سفر ایک ساتھ تیزی سے جاری ہے۔ غالب نے آج سے ڈیڑھ صدی قبل کہا تھا کہ رَو میں ہے رخشِ عُمر کہاں دیکھیے تھمے... نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں۔ آج کا انسان ٹیکنالوجی کے گھوڑے پہ سوار بگٹٹ بھاگتا چلا جا رہا ہے۔ ★

خلا کی سیر کے بعد مغرب نے سُپر مین، بیٹ مین اور اسپائیڈر مین جیسے کردار تخلیق کیے، جو ناممکن کو بھی ممکن کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ کردار اپنی انتہائی غیر معمولی طاقت انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

ابتدا میں یہ کردار بچّوں کی تصاویر میں نظر آتے تھے، لیکن پھر ناولز اور فلمز میں ڈھل گئے اور مغربی دُنیا کے لیے غیر معمولی طاقت کی علامت بن گئے۔ ان کرداروں سے نوجوانوں میں اس سوچ نے جنم لیا کہ وہ اپنی عقل سے ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتے ہیں اور پھر انہی کرداروں سے ''سُپر پاور'' کا لفظ بر آمد ہوا۔ یعنی ایک ایسی طاقت، جسے کوئی نہ جھکا سکے۔ پھر ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان غیر معمولی صفات کے حامل کرداروں کو پوری دُنیا میں پہنچایا گیا۔

اس وقت امریکا سمیت دُنیا کے دیگر ترقّی یافتہ ممالک اپنے طلبہ کے جذبۂ تخلیق و تعمیر کو اس انداز سے آگے بڑھا رہے ہیں کہ کل کی تصوّراتی دُنیا آج حقیقی دُنیا بنتی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں ہونے والی ایجادات ہی حیرت انگیز ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ کسی جادوگر کے منتر پھونکنے سے وجود میں آئی ہوں۔ یاد رہے کہ ہم ٹیکنالوجی کے خلاف چاہے کتنے ہی محاذ کیوں نہ قائم کرلیں، اس سے مفر ممکن نہیں اور اگر ہم نے اس سے راہِ فرار اختیار کی، تو یہ اپنی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ یہاں ایک واقعے کا ذکر ضروری ہے۔

ایک زمانے میں پاکستان قرض پر گندم لیتا تھا اور دیگر ممالک سے گندم سے بھرے جہازوں کے جہاز پاکستان آتے تھے۔ پھر ڈاکٹر نورمن بورلاگ نامی ایک امریکی سائنس دان نے فیصل آباد کے ایگری کلچر ریسرچ سینٹر میں گندم کی ایک ایسی قسم دریافت کی کہ جس سے اس کی فی ایکڑ پیداوار 10 گُنا بڑھ گئی اور اس نے پاکستان میں ''سبز انقلاب'' کی بنیاد رکھی۔ آج امریکی سائنس دان کی اس ایجاد کی وجہ سے صرف پاکستان ہی نہیں، بلکہ دُنیا کے اکثر ممالک گندم کی پیداوار میں خود کفیل ہو چکے ہیں۔

بعد ازاں، ڈاکٹر نورمن بورلاگ کو اپنی اس ایجاد پر نوبیل پیس پرائز بھی ملا۔ یاد رہے کہ ایسے تخلیق کار کسی ایک قوم کے محسن نہیں، بلکہ پوری انسانیت کی فلاح کا سبب بنتے ہیں اور ہمیں ان کا شُکر گزار ہونا چاہیے۔ آج سے 300 برس قبل لکھے گئے جی ایچ ویلز کے ''Foods Of The Gods'' نامی سائنس فکشن ناول میں ایسے ہی کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا سائنس فکشن ناولز سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب اقوام ترقّی کی راہ پر گام زن ہوتی ہیں، تو ان کے تخلیقی ادب میں کس نوعیت کی تبدیلیاں رُونما ہوتی ہیں۔ اپنے ماضی کا تذکرہ کرنا غیر مناسب نہیں اور پھر ویسے بھی اپنی عظمتِ رفتہ سے وابستگی جوش و جذبہ پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے، لیکن اگر اسی کے ساتھ ہی مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیتوں کو مہمیز مل جائے، تو پھر ارض و سماں کی وہ حقیقتیں بھی نظر آنے لگتی ہیں کہ جو قدرت نے انسان کے لیے مخفی کر رکھی ہیں اور ان تک رسائی پر پابندی

عائد نہیں۔ ہم نے چند مثالوں کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ جب اقوام ترقّی کرتی ہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ بجا ہوگا کہ جب انسانیت ترقّی کی جانب گام زن ہوتی ہے، تو تخلیقی سوچ میں کس طرح تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

چاہے سائنس فکشن بہت سے ادبی ناقدین کی نظر میں بڑا ادب نہ ہو اور محض دل بہلانے کا ذریعہ ہو، لیکن جب یہی افسانے اور مَن گھڑت قصّے حقیقت بن جائیں اور پوری انسانیت پر اثر انداز ہونے لگیں، تو پھر انہیں کیا کہا جائے گا۔ نیز، ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا ہوگا کہ جب سائنس فکشن حقیقت کا رُوپ دھارتا ہے، تو ہماری سوچ اسے قبول کرنے سے بھی قاصر ہوتی ہے۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابھی تک ہمارے بعض طبقات انسان کے چاند پر اُترنے کو حقیقت کی بہ جائے ہالی وُڈ کی سائنس فکشن مووی کا کوئی منظر قرار دیتے ہیں اور اُن کی اس رائے کو کئی اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ خود فریبی ہے، جو ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان سے مزید دُور لے جائے گی۔

ہم اپنے بچّوں کو ملّی نغموں سے بہلا رہے ہیں، جب کہ ترقّی یافتہ ممالک میں میٹرک کے طلبہ لیبارٹریز میں ایٹم بم تیار کرتے ہیں۔

کارل ساگن سائنسی کہانیاں لکھنے والے عظیم قلم کار ہیں۔ انہوں نے متعدد سائنس فکشن ناولز تحریر کیے ہیں اور ایک عالم ان کی سوچ کا معترف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انہیں ایک فلسفی رہنما کا نام دیا گیا ہے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اس تیزی سے پیش رفت ہو رہی ہے کہ ایک نئی پراڈکٹ چند روز ہی میں پرانی ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ کوئی نئی پراڈکٹ لے لیتی ہے۔

یعنی سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کی رفتار ہمارے وہم و گمان سے بھی زیادہ ہے۔ اس موقعے پر سوالات یہ پیدا ہوتے ہیں کہ ہوش رُبا سائنسی ترقّی میں ہمارا کتنا کردار ہے؟ ہمارے سائنس فکشن رائٹرز کہاں ہے؟ نیز، کیا ہمارا نوجوان ہمیشہ دوسروں ہی سے تحریک پاتا رہے گا یا صرف اپنا ماضی دُہرا کر خوش ہوتا رہے گا، جب کہ اس کے برعکس ترقّی یافتہ اقوام نِت نئے جہانوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

موتی کی عقلمندی

موتی بہت شور مچانے والا چھوٹا سا کتے کا پلّا تھا۔ وہ ویسے تو زیادہ وقت خاموش رہتا لیکن بعض اوقات اُسے بہت بھونکنے کی عادت تھی۔ وہ بلی کو دیکھ کر بھونکتا تو وہ بھی غصے سے ایک آدھ بار اُس پر غزاتی مگر پھر ڈر کر بھاگ جاتی۔

وہ پرندوں پر بھونکتا تو انہیں فوراً ہوا میں اڑنا پڑتا۔ ڈاکیے پر تو اُس کی خاص نوازش ہوتی اور وہ جلدی جلدی خط مکان کے باغیچے میں پھینک کر رفوچکر ہو جاتا۔ معاذ کئی دفعہ اُسے چپ کرنے کیلئے کہتا لیکن وہ اپنی عادت سے مجبور سارا دن بھونکتا رہتا۔

ایک دن تو موتی بہت ہی شور مچا رہا تھا اور ہر کوئی اس کے بھونکنے کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر کر رہا تھا۔ خاموش رہو موتی۔ دیکھتے نہیں میں کتاب پڑھ رہا ہوں اور تمہارے بھونکنے کی وجہ سے میں اپنی توجہ کتاب پر نہیں رکھ سکتا۔

معاذ نے سختی سے موتی کو کہا۔

موتی نے پوری کوشش شروع کر دی کہ اس ڈانٹ کے بعد وہ نہ بھونکے۔ اُس نے تتلیوں سے نگاہ ہٹالی۔ باغیچے میں اڑنے والی مکھیوں کو دیکھنا بند کر دیا۔ باغیچے میں پڑے خوبصورت زرد رنگ کی گیندے کے متعلق سوچنا بند کر دیا۔

اُس نے سب سے زیادہ کوشش کی کہ تب بھی نہ بھونکے اگر کوئی پرندہ باغیچے کی گھاس پر آکر بیٹھ بھی جائے لیکن وہ جدھر بھی دیکھتا ہر طرف اُسے وہ چیزیں بکھری دکھائی دیتیں جن پر وہ بھونکنا چاہتا تھا۔ آخر اس سے رہا نہ گیا تو اُس نے مجبور ہو کر گھاس کو گھورنا شروع کر دیا۔

لیکن موتی کو احساس ہوا کہ گھاس میں کوئی حرکت ہو رہی ہے۔ لہٰذا اُس نے گھاس کو گھورنا جاری رکھا۔ مگر اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کے اندر کوئی چیز رینگ رہی ہے۔ وہ بھونکنا چاہتا تھا لیکن اُسے معاذ کی ڈانٹ یاد آگئی۔ لیکن پھر بھی وہ گھاس کو مسلسل گھورتا رہا۔

اب وہ کسی چیز کی سسکی جیسی آواز صاف سن سکتا تھا۔ اُس نے ساری توجہ گھاس پر مرکوز کر دی لیکن پھر اچانک اُس نے بے اختیار بھونکنا شروع کر دیا۔

شش شش! معاذ نے اُسے منع کرتے ہوئے کتاب کا صفحہ تبدیل کیا لیکن موتی باز نہ آیا۔

اُس نے ایک لمبی اور رینگتی ہوئی چیز باغیچے میں دیکھ لی تھی جس کی زبان بار بار منہ سے باہر نکل کر سسکی جیسی آواز بار بار نکال رہی تھی.

★

موتی کو قطعی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ لیکن اُسے یہ معلوم تھا کہ یہ چیز نقصان پہنچا سکتی ہے اور وہ چیز سیدھی معاذ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

ووف......ووف.....ووف جوتی پاگلوں کی طرح بھونکتا رہا لیکن اُس کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہو رہا تھا۔

البتہ گھر کے اندر سے معاذ کے ابو عدنان صاحب نے بھی اسے ڈانٹا لیکن موتی بھونکنے سے باز نہ آیا۔ وہ مزید اونچی آواز اور جوش سے بھونکنے لگا۔

آخر معاذ اٹھ کر بیٹھ گیا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا اُسے قلعی پسند نہیں تھا کہ موتی اتنا زیادہ بھونکے۔ پھر اچانک معاذ چلایا".....

سانپ......سانپ اُس نے دیکھا کہ ایک لمبا سانپ رینگتا ہو اُس کی طرف آرہا ہے۔ موتی بھانکتا رہا اور پھر عدنان صاحب بھاگ کر باغیچے میں پہنچے اور انہوں نے معاذ کو گود میں اٹھا لیا۔

موتی کے مسلسل بھونکنے سے سب لوگ اکٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سانپ کو پکڑ لیا اور باغیچے سے باہر لے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد معاذ نے موتی کی پیٹھ تھپتھپائی اور اُسے کھانے کیلئے اُس کے من پسند بسکٹ بھی دیئے۔

معاذ ہنس رہا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اُس کی جان موتی کے بھونکنے سے بچی ہے۔

اُس رات انعام میں موتی کو معاذ کے کمرے میں سونے کی اجازت ملی۔ لیکن اُس دن کے بعد موتی نے بھی فیصلہ کر لیا کہ اب وہ صرف اُس وقت بھونکے گا جب اُس کو ایسا کرنے کی خاص ضرورت ہو گی۔

Basil
Can relieve gas and
soothe stomach upsets.

Cinnamon
Helps lower
blood pressure.

Clove
Anti-microbial

Fennel
Can reduce bad
breath & body odor.

Oregano
Helps soothe
stomach muscles

Black Pepper
Helps relieve
indigestion.

Thyme
Relaxes respiratory muscles.

Fenugreek
Helps flush out harmful toxins.

Garlic
Natural Antiseptic

Cayenne
Can stop a heart attack.

Turmeric
Anti-Cancer

Ginger
Anti-nausea Remedy

قرابت داروں کے حقوق

قرآن کریم اور حدیث مبارکہ میں جابجا عزیزو اقارب کے ساتھ حسنِ سلوک اور اُن کے حقوق کی ادائی کی تاکید کی گئی ہے۔ رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور میل جول کو صلہ رحمی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم ہے:

”اور رشتے دار کو اُس کا حق دو۔“ (سورۃ بنی اسرائیل)

اس آیت مبارکہ میں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ جو کچھ بھی اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے، اس میں رشتے داروں کو ترجیح دی جائے۔ احادیث میں بھی رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اپنے حسب نسب کی معلومات رکھیں، تاکہ صلہ رحمی کر سکیں۔

صلہ رحمی مصیبتوں اور آفتوں سے نجات کا بہترین ذریعہ ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے:

”جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتے ناتے والوں سے حسن سلوک کرتا رہتا ہے، اس کی عمر کو اللہ دراز کرتا ہے اور اس کو بُری موت مرنے سے بچاتا ہے اور اس کی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے۔“ (الترغیب والترہیب)

ایک اور حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے، مفہوم:

”اللہ تعالیٰ کسی ایک قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے، اس کو دولت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے ان کو نہیں دیکھتا۔“ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ”یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟“ آپؐ نے فرمایا: ”رشتے ناتے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ان کو یہ مرتبہ ملتا ہے۔“ (الترغیب والترہیب)

صلہ رحمی رزق میں کشادگی اور عمر میں اضافے کا سبب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتے داروں سے صلہ رحمی کرے۔“ (بخاری ومسلم)

صلہ رحمی کس قدر ضروری ہے؟ اس بات کا اندازہ اس واقعہ سے باخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع میں فرمایا:

”جو شخص رشتے داری کا پاس ولحاظ نہ کرتا ہو، وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے۔“

یہ سُن کر ایک شخص مجمع سے اُٹھا اور اپنی خالہ کے گھر گیا، جن سے اُس کے تعلقات کشیدہ تھے۔ وہاں جا کر اُس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور اپنا قصور معاف کرایا۔ پھر آکر دربارِ نبوتؐ میں شریک ہو گیا۔ جب وہ واپس آگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی، جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتے داروں سے بگاڑ رکھتا ہو۔“ (الترغیب و الترہیب) ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ”ہر جمعے کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں اللہ کے دربار میں پیش ہوتی ہیں۔ جو شخص اپنے رشتے داروں سے بدسُلوکی کرتا ہے، اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔“

(الترغیب والترہیب)

صلہ ٔرحمی کے بے شمار فوائد ہیں۔ رشتے داروں کی آپس میں محبّت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے، عمر بڑھتی ہے، رزق میں اضافہ ہوتا ہے، آدمی بُری موت نہیں مرتا، آدمی کی مصیبتیں اور آفات ٹلتی رہتی ہیں۔ گناہ معاف اور نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں۔ صلہ ٔرحمی کرنے والے سے اللہ اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔ جس قوم میں صلہ ٔرحمی کرنے والے ہوتے ہیں، اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

صلہ ٔرحمی کا متضاد قطع رحمی ہے، جس کا مطلب ہے رشتے داروں سے تعلق توڑنا، بدسلوکی سے پیش آنا۔ قطع رحمی بہت بُری خصلت ہے۔ احادیث میں اس کی بہت سخت ممانعت آئی ہے۔ رشتے داروں سے قطع تعلق کرنے والا اللہ کی رحمت سے دُور ہوتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”قطع تعلقی کرنے والا جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔“

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ اُن کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔ کسی لڑائی جھگڑے میں اگر وہ حق پر ہوں تو ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ البتہ ! ناحق پر کسی کی بھی حمایت نہیں کرنا چاہیے، خواہ وہ رشتے دار ہی کیوں نہ ہو۔

عورتوں کے لیے ڈاکٹر کی ہدایات

۱: ضروری نہیں کہ گھر کے تمام کاموں کو ایک ہی دن میں کیا جائے۔ ایسے کرنے والی خواتین سٹریس میں رہتی ہیں اور ایسی ہی کئی قبر کے نیچے آرام فرما رہی ہیں ۔

۲: اپنے آرام کیلئے کچھ وقت ضرور نکالیں، کیونکہ کچھ دیر آرام کرنا اور کچھ من پسند کھانا کھانا قطع گناہ نہیں ہے۔

۳: اگر سر میں شدید درد ہے، تو اس درد کو دور کرنے لئے کچھ دیر لازماً آرام کریں، ہو سکے تو کچھ دیر کیلئے قلولا کر لیں۔ کیونکہ جو خواتین اپنے آرام کا دھیان نہیں رکھتیں ان کو اپنے گھر والوں کو وقت سے پہلے ایسے سفر کیلئے الوداع کہنے کیلئے تیار رہنا ہو گا جہاں سے واپسی کا کوئی رستہ نہیں ہے۔

۴: غنودگی کی حالت میں کام بلکل مت کریں ۔

کیونکہ یہ آپ کے دماغی صحت اور دیگر جسمانی اعضاء کیلئے سخت نقصان دہ ہے۔ اور یہ آپ کی یادداشت پر اثر انداز ہو کر آپ کو بھولنے کی بیماری میں مبتلا کر سکتا ہے۔ لہذا اپنے ذہن کو پر سکون رکھیں، سیر و تفریح کیلئے وقت نکالیں اور دل کھول کر ہنسیں۔ کام پڑے نہیں رہیں گے ہو جائیں گے ۔

۵: اپنے ذہنی سکون کیلئے، ہلکی پھلکی ورزش اور خود ریلیکس کرنے کا وقت نکالیں، جیسے کہ یوگا۔ کھلی اور تازہ فضاء میں گہرے سانس لیں اور پھر سانس کو چھوڑتے ہوئے اپنے اندر کی منفی سوچوں سے بھی چھٹکارا حاصل کریں ۔

۶: آئینے کے آگے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو سراہیں ،

یہ آپ میں اور آپ کے ارد گرد مثبت لہروں کو چارج کرے گا، جو آپ کے اندر خود اعتمادی کی چمک پیدا کرے گا۔

۷: اپنے لئے دعوت کا انتظام کریں،

ضروری نہیں کہ آپ کا شوہر ہی آپ کو دعوت پر لیکر جائے، اگر اس کے پاس وقت نہیں تو اپنے لئے یہ کام خود کریں۔

۸: اپنے روزمرہ کے معمولات میں آسانیاں پیدا کرنے کیلئے جدید مشینری اور ٹیکنالوجی کی مدد ضرور لیں، کیونکہ ذہنی بوجھ عورتوں کا خاموش قاتل ہے۔

★

۹:اگر آپ بہتر محسوس نہیں کر رہیں تو کسی ڈاکٹر سے رابطہ ضرور کریں، ممکن ہو تو اپنے نزدیکی ہسپتال چلی جائیں، ورنہ فون پر رابطہ کریں۔پر خود سے کوئی دوا مت لیں۔بغیر ڈاکٹر کے مشورے سے دوا کا استعمال آپکے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

۱۰: وقتاً فوقتاً اپنا شوگر لیول اور بلڈ پریشر چیک کرتی رہیں۔ضروری نہیں کہ یہ تب ہی چیک کیا جائے جب انسان بیمار ہو، بنا بیمار پڑے بھی احتیاط کی جاسکتی ہے اور ایسا کرنے سے بہت سی عورتیں بیمار ہونے سے بچ سکتی ہیں ۔

یقین کریں میں آپ کو بلکل درست صلاح دے رہی ہوں

اپنے آپ کی قدر کریں اپنے آپ سے پیار کرنا اور اپنا خیال رکھنا سیکھیں، کیونکہ آپ سراہے جانے کے قابل ہیں ۔

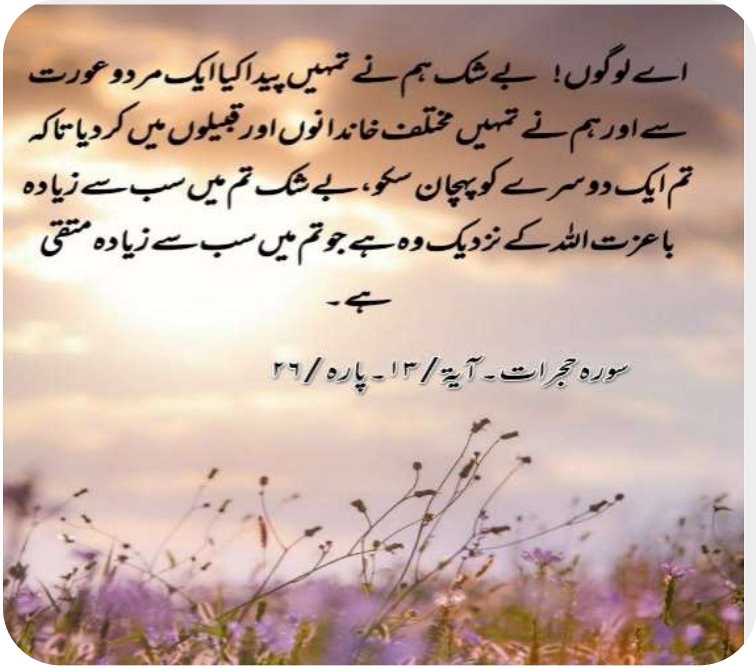

علم دریچہ

بزرگوں کا دامن

بچپن میں شیخ سعدی اپنے والد کی انگلی پکڑے ہوئے کسی میلے میں جارہے تھے۔راستے میں کسی جگہ بندر کا کھیل دیکھنے میں ایسے لگے کہ والد کی انگلی چھوٹ گئی۔والد اپنے دوستوں کے ساتھ آگے نکل گئے اور سعدی تماشا دیکھتے رہے۔ کھیل ختم ہوا تو والد کو سامنے نہ پا کر بے اختیار رونے لگے۔ آخر اللہ کر کے والد بھی انھیں ڈھونڈتے ہوئے آ نکلے۔انھوں نے سعدی کو روتا دیکھ کر ان کے سر پر ہلکا سا چپت مارا اور کہا: "نادان بچے!وہ بے وقوف جو بزرگوں کا دامن چھوڑ دیتے ہیں،اسی طرح روتے ہیں۔"
سعدی کہتے ہیں کہ میں نے سوچا تو دنیا کو ایسا ہی پایا،ایک میلے کی طرح۔ آدمی اس میلے میں مجھ جیسے نادان بچوں کی طرح ان بزرگوں کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے،جو اچھے اخلاق سکھاتے اور دین کی باتیں بتاتے ہیں،تب اچانک اسے دھیان آتا ہے کہ زندگی غفلت میں گزر گئی،پھر روتا اور پچھتاتا ہے۔

تنقید

دوسروں پر تنقید اپنی انا کی تسکین کے لیے نہیں بلکہ ان کے شعور کی بہتری کے لیے ہونی چاہئیے. خاموشی اس تنقید سے بہتر ہے جو محض غصہ نکالنے،بدلہ لینے یا پھر اپنی انا کی تسکین کے لیے کی جاتی ہے۔

دولوگ

زندگی میں ۲ لوگوں کا بہت خیال رکھنا.

پہلا وہ جس نے تمہاری جیت کے لیے اپنے سب کچھ ہار دیا.

،،یعنی تمہارا باپ"

دوسرا وہ جس کی دعاؤں سے تم سب کچھ جیت گئے.

"یعنی تمہاری ماں"

زبان پر قابو

کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا۔

انسان کے کتنے عیب ہوتے ہیں؟

جواب دیا: بے شمار ہیں لیکن ایک خوبی سب پر پردہ ڈالتی ہے۔

پوچھا: کونسی؟

جواب ملا: "زبان پر قابو"۔

رشتے

انسان کی زندگی میں رشتے درختوں کی مانند ہوتے ہیں.
بعض اوقات اپنے مفاد کی خاطر ہم انہیں کاٹتے چلے جاتے ہیں لیکن جب وقت کی کڑی دھوپ ہمیں جھلسانے لگتی ہے تو سائے کی خاطر پھر کسی رشتے کی طرف ہی بھاگتے ہیں.

محبتوں کو مشروط نہ کریں

محبتوں کو مشروط ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ شرائط، عہد نامے، دھمکیاں، ڈراوے اور چیلنج جزبوں کی لطافت، گہرائی اور معنویت کو مجروح کر ڈالتے ہیں۔ ان میں کھردراپن اور دراڑیں پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر اعتماد کی جگہ خوف بسیرا کرنے لگتا ہے۔
خوشی کی جگہ واہمے من آنگن میں لہرانے لگتے ہیں۔ طمانیت کی چھاؤں کی بجائے بے سکونی کی دھوپ رقص کرنے لگتی ہے۔
اعتبار ٹوٹ جاتا ہے اور دھڑکے جی کا جنجال بنتے چلے جاتے ہیں۔
محبت کو آزاد ہونا چاہیے۔ ہر شرط سے، ہر خدشے کی زنجیر سے۔
جتنی محبت زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی محبت کرنے والے شخص کا ظرف اور دل کشادہ ہوتا ہے۔ وہ معاف کرنے اور معافی طلب کرنے میں کبھی تاخیر نہیں کرتا۔ جھوٹی انا کے خول میں لپٹ کر دوسری جانب سے "پہل" کا انتظار نہیں کرتا۔ اس کے بجائے خود صلح اور امن کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔
البتہ محبتوں کو محدود کرنے والا شخص ڈراوے، دھمکی اور حاکمیت پسندی سے کام لیتا ہے۔ چھوٹا ظرف، چھوٹا دل، اور چھوٹی محبت۔
وہ جزباتی بلیک میلنگ اور بے حسی دکھا کر مقابل کو اپنے دام میں کسنے کی سعی کرتا ہے۔

بے مول

آپ کا ایک لفظ زخم بھی لگا سکتا ہے اور مرہم بھی بن سکتا ہے، اختیار آپ کے پاس ہے

تیرے جانے کے بعد

عجیب سی حالت ہے تیرے جانے کے بعد
بھوک بھی نہیں لگتی کھانا کھانے کے بعد

میرے پاس ۸ سموسے تھے جو میں نے کھا لیے
ایک تیرے جانے سے پہلے سات تیرے جانے کے بعد

نیند ہی نہیں آتی سونے کے بعد
نظر آتا نہیں کچھ آنکھ بند ہونے کے بعد

ڈاکٹر سے پوچھا اِس کا علاج، دے کر گولیاں وہ بولا
کھا لینا دو جاگنے سے پہلے، دو سونے کے بعد

سسرال

سوال: سسرال میں داماد کی زیادہ عزت کیوں کی جاتی ہے؟
جواب: کیوں کے وہ جانتے ہیں کے یہ وہی عظیم آدمی ہے، جس نے ہمارے گھر کے طوفان کو اپنے گھر میں سنبھال رکھا ہے.

بچپن

مسکراہٹ، تبسم، ہنسی، قہقہے
سب کے سب کھو گئے ہم بڑے ہو گئے

میز کی آپ بیتی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر دنیا کی ہر شے جانوروں سے لے کر نباتات وجمادات تک چرندو پرند اور پوری کائنات کو ان کی تصرف اور خدمات پر مامور کر دیا اور انسان کو قدرت حاصل ہے وہ ان کو اپنے تصرف میں جیسے چاہے اور جب چاہے لا سکتا ہے۔

میں ایک معصوم اور ننھا سا پودہ تھا، بڑا خوش وخرم زندگی گذار رہا تھا اور بڑی تمنا تھی کہ میں بھی ایک دن بڑا درخت بن جاوں گا اور دوسروں کے برابر یا ان سے بڑا ہو جاوں اور باقی جنگل میرے نیچے ہو میں فخر سے دوسروں کی طرف دیکھوں، ہوا مجھے لوری دیتی، بارش مجھے نہلاتی اور سورج کی تپش میری نشو نما کرتی، بعض دفعہ کوئی بکری یا چرنے والا کوئی دوسرا جانور گھاس چرتے چرتے مجھے بھی زخمی کرتا اور میرے کوئی شاخ کاٹتا اور پتے کھاتا لیکن میں پھر بھی خوش تھا، جاڑوں کی سردی کو برداشت کرتا، گرمیوں کی شدت کو برداشت کرتا، ساون کے طوفانوں کو برداشت کرتا میں نشو نما پاتا رہا اور یہاں تک ایک تناور درخت بن گیا میں نے یہ مشاہدہ کیا تھا کہ مجھ سے بڑے درختوں کو کوئی ظالم انسان جنگل میں آکر کاٹتا اور ان کے مختلف ٹکڑے کر کے کسی ٹرک میں ڈال کر کہیں لے جاتا، ایک دن میں نے اپنے نزدیک ہی ایک بڑے اور بوڑھے درخت کو کٹتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ کسی روز آپ کی بھی باری آجائے گی یہ انسان بڑا ظالم ہے یہ کسی کو معاف نہیں کرتا اور ایسا ہی ہوا، اور ایک دن ایک ظالم انسان آیا پہلے اس نے مجھے اوپر سے نیچے دیکھ کر میری لمبائی کا اندازہ کیا اور پھر ایک فیتہ نکال کر میرے تنے کے ارد گرد ڈالا اور بڑا خوش ہوا اور اپنے ایک ساتھی سے کچھ کہا اور

ان ظالموں نے ایک آرا مشین کو چلایا اور میرے مضبوت اور تناور جسم کو زمین سے تھوڑا اوپر سے کاٹنے لگے میں نے احتجاج کیا، چیخا چلایا درد کی شدت سے بلبلایا، اور آخر کار سسکتا ہوا اور چنگاڑتا ہوا دوسرے چھوٹے درختوں اور پودوں کو بھی مسمار کرتا ہوا زمین بوس ہوا اور اس بے رحم انسان نے پہلے میرے شاخوں کو ایک ایک کر کے کاٹا اور پھر اس فیتے سے میری لمبائی میں مختلف حصوں میں تقسیم کر کے کاٹتا رہا اور کئی حصوں میں تقسیم کیا اور ایک ٹرک میں لاد کر شہر کی طرف روانہ کیا اور کئی گندی اور بدبودار گلیوں سے گذار کر ایک جگہ پہنچایا اور ایک لکڑ منڈی میں اتارا اور منڈی والے سے معلوم نہیں کتنی رقم لی اور چلا گیا میں یہاں کی گرمی گرد و غبار اور بدبو کو برداشت کرتا رہا اور پھر ایک دن ایک اور شخص آیا اور لکڑ منڈی میں گھومتا اور دیکھتا رہا اور پھر مجھے میرے ساتھیوں سے الگ کیا اور ایک ٹریکٹر پر لاد کر ایک آرا مشین کے پاس لے گیا اور پھر ایک دفعہ اور یہ ظالم مشین مجھے کئی حصوں میں تقسیم کیا اور پھر ایک ترکھان نے مجھے مزید کئی حصوں میں کاٹا اور پھر ایک تیشہ سے مجھے کاٹا اور پھر ایک رندہ

★

مشین سے مجھے نفیس بنایا اور چمکایا اور پھر میرے مختلف حصوں کو جوڑنا شروع کیا اور ہر جوڑ میں کئی کئی کیل ٹھونکتا رہا اور مجھے ا
یک شکل دیا اور کہا کہ لو جی گول میز تیار ہو گیا اور جب میں نے دیکھا تو ہم تعداد میں تین تھے

پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے ایک بدبودار روغن ہمارے اوپر لگایا اور کہا کہ پالش بھی
ہو گیا اور میں اور میرے ساتھی اب بڑے خوبصورت میز بن گئے اور پھر میرے
دوسرے دونوں ساتھیوں کو ایک باورچی خانے میں سیدھی کر کے رکھا گیا میں شاید ان کو
پسند نہ آیا، یا میں فالتو تھا دو بندوں نے مجھے پکڑ کر ایک الماری کے اوپر الٹا کر کے رکھ دیا
شروع شروع میں تو میرا دم گھٹتا تھا لیکن آہستہ آہستہ میں عادی ہو گیا لیکن منوں گرد
میرے اوپر پڑی تھی اور سانس لینے میں بھی دشواری ہوتی تھی میں جب اپنے دوسرے
ساتھیوں کی صفائی ہوتے ہوئے دیکھتا تو بڑا رشک محسوس کرتا اور وہ بھی بڑے فخر سے
میری طرف دیکھتے جیسے کہہ رہے ہوں کہ دیکھا ہماری کتنی قدر و قیمت ہے لیکن ایک دن
ایک مہربان نے آکر مجھے صاف کرایا اور اٹھوا کر اپنے دفتر میں سجایا اور پھر میں بھی بڑا خوش ہوا کہ چلو میں بھی بے کار نہیں ہوں
اور اب یہ مہربان روزانہ مجھے صاف کرتا اور اپنا دفتر کا کام کرتا میں بڑے آرام سے تھا کہ ایک دن ایک مینجر نے آکر میرے
مہربان سے کہا کہ اس میز کو آپ استعمال نہ کریں اس کو یہاں سے اٹھوائیں اور پھر میرا مہربان نے مجبوراً مجھے اٹھوایا اور پھر
مجھے اسی پرانے جگہ پر رکھا گیا ہے لیکن مجھ پر پھر سے گرد جمنے لگی ہے معلوم نہیں مجھ میں کیا کمی ہے کہ مجھے کسی کام کے قابل
نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ ایک بے کار شے کی طرح اس الماری کے اوپر پھینک دیا گیا ہے۔

★

ہنسی گھر

☆ ایک دیہاتی کسی مقدمہ میں عدالت میں پیش ہوا اور بیان دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جج نے کہا۔ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ بہتر ہے تم کوئی وکیل کر لو۔

دیہاتی (سادگی سے): وکیل تو آپ کریں جنہیں بات کی سمجھ نہیں آ رہی۔

☆ ایک پاگل دوسرے سے اگر ہم چائے میں مرچی ڈال دیں تو کیسی ہوگی؟

دوسرا پاگل ارے بے وقوف یہ حلوہ نہیں ہے کے اس میں مرچی ڈالیں گے

☆ بیٹا: ابو! کیا سب باپ اپنے بیٹے سے زیادہ عقل مند ہوتے ہیں؟

باپ: ہاں بیٹا.

بیٹا: اچھا یہ بتائیں، ریڈیو کس نے ایجاد کیا؟

باپ: مارکونی نے.

بیٹا: دیکھا اس کے باپ نے تو ایجاد نہیں کیا نا؟

☆ استاد: بھینس کی کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں؟

شاگرد: سر! یہ تو کوئی بیوقوف بھی بتا دے گا۔

استاد: اسی لیے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔

☆ ڈیڈی! آج ہمارے کالج میں فنکشن ہو رہا ہے، مجھے کار کی چابی چاہیے. بیٹے نے فرمائش کی.

ڈیڈی نے پوچھا. "بیٹا... تمہاری موٹر سائیکل کو کیا ہوا؟"

بیٹا بولا. "کچھ نہیں ڈیڈی! دراصل جب میں 8 لاکھ کی گاڑی میں جاؤں گا تو بہت رُعب پڑے گا" .

ڈیڈی نے جیب سے 20 روپے نکالے اور بیٹے کو دیتے ہوئے کہا. "یہ لو پیسے جب تم 60 لاکھ کی بس میں جاؤ گے تو بہت زیادہ رُعب پڑے گا" .

☆ ایک پاگل (دوسرے سے) گھاس کھانے سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے۔

دوسرا: ٹھیک کہتے ہو۔ اسی لیے گھوڑے کو عینک لگانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

★

بوجھوتو جانیں

☆ گورا گورا دیکھو لوگوں چوں نہ کرو اور کھائو
آگ لگے پانی سے اس میں اس کی بوجھ بتائو

☆ یہ دنیا فانی ہے
پتھر میں پانی ہے

☆ ڈبیہ سے نکلا جس نے بھی کھولی
چاندی کا پانی سونے کی گولی

☆ کالا ہے کوا نہیں، بڑا ہے ہاتھی نہیں
کمر پتلی چیتا نہیں پیڑ پہ چڑھتا بندر نہیں

☆ گرجی ہو کر لال بھبوکا
اور دشمن کے منہ پر تھوکا

☆ مجھ کو شوق سے روز ہیں کھاتے
جو بچے اسکول دیر سے آتے

☆ اک بستی میں لاکھوں گھر
جن میں کھڑکی اور نہ در
گلیاں اور نہ بازار
رونق اور نہ کاروبار

☆ ایک ہی شکل ایک ہی نام
بیچ میں اس کے رہنا کام
بول نہ جانیں سنتے سنگ
ان دونوں کے بیچ سرنگ

جوابات

۱:چونا ۲:برف ۳:انڈا ۴:چیونٹا

۵ :توپ ۶:پٹائی ۷:چھتہ

۸:کان

گھریلو ٹوٹکے

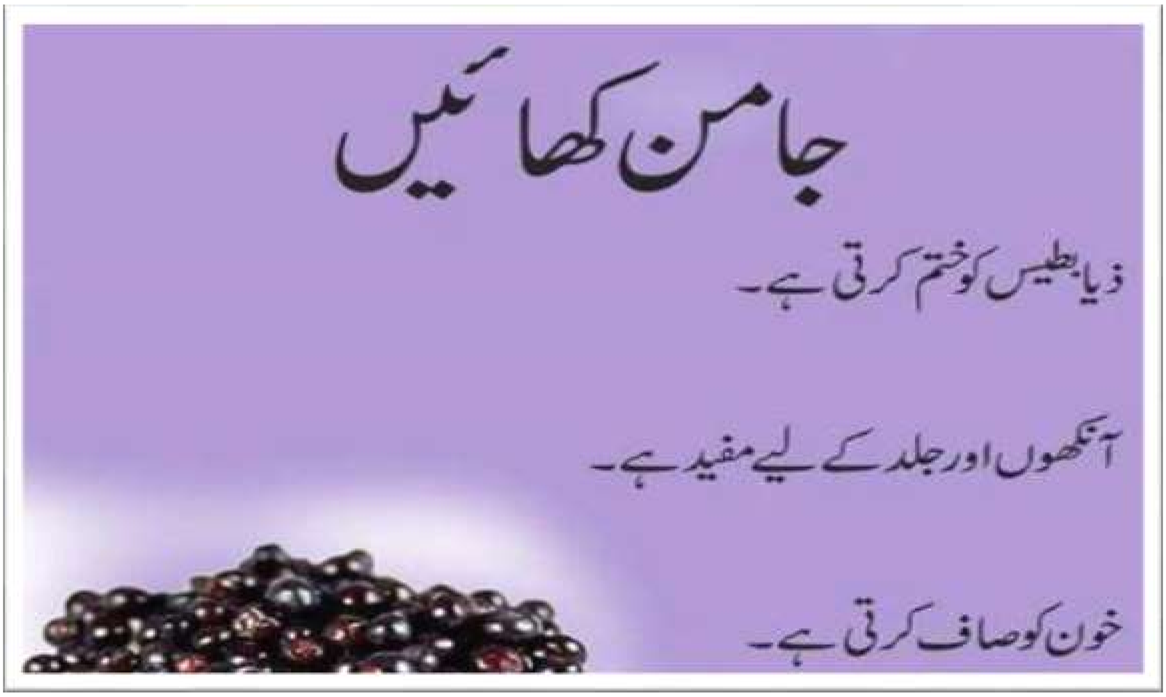

انجیر کھائیں
انجیر کے دو دانے ایک گلاس دودھ میں بھگو دیں
اور رات میں دودھ پی کر انجیر کھالیں، یہ معدے کو
قوت دیتی ہے، اور دماغ کو تیز کرتی ہے۔

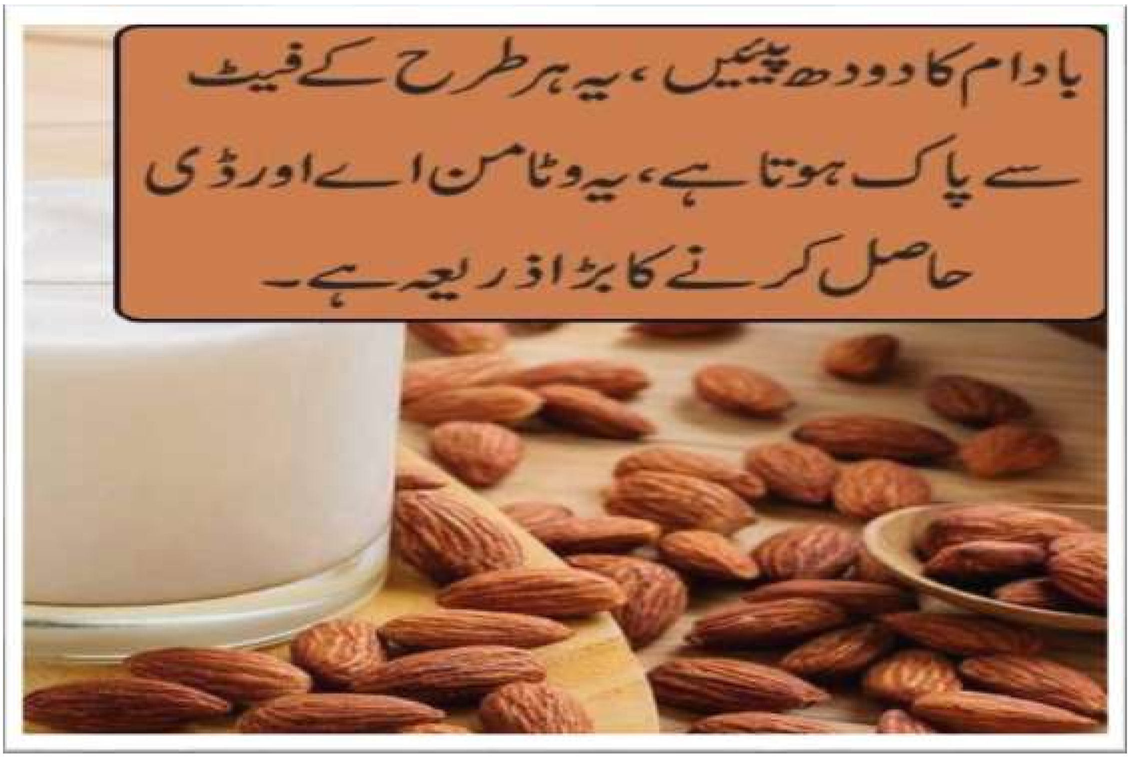
بادام کا دودھ پیئیں، یہ ہر طرح کے فیٹ
سے پاک ہوتا ہے، یہ وٹامن اے اور ڈی
حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ ہے۔

کھانا خزانہ

پیری بائٹس

اجزاء:

ہری مرچ	20 عدد	انڈا	1 عدد
فریش بریڈ کرمبز	حسب ضرورت	ٹھنڈا پانی	حسب ضرورت

فلنگ کے اجزاء:

مایونیز	4 کھانے کے چمچ
چیز کیوبز	6 عدد
کٹی کالی مرچ	1/2 چائے کا چمچ
لہسن سالٹ	1/2 چائے کا چمچ
سرکہ	1 کھانے کا چمچ
چکن بریسٹ بون لیس	2 عدد
نمک	1/2 چائے کا چمچ
لہسن کا پیسٹ	1/2 چائے کا چمچ
لیموں کا رس	1 کھانے کا چمچ
ووسٹر سوس	1 کھانے کا چمچ
کالی مرچ	1/2 چائے کا چمچ
سویا سوس	1 کھانے کا چمچ
سرکہ	1 کھانے کا چمچ
پیپریکا	1/4 چائے کا چمچ

بیٹر کے اجزاء:

میدہ	4 کھانے کے چمچ
کارن فلور	3 کھانے کے چمچ
چاول کا آٹا	3 کھانے کے چمچ
نمک	1/4 چائے کا چمچ

ترکیب:

☆2 عدد چکن بریسٹ کو 1/2 چائے کا چمچ نمک، 1/2 چائے کا چمچ لہسن کا پیسٹ، 1/4 چائے کا چمچ پیپریکا، 1 کھانے کا چمچ ووسٹر سوس، 1 کھانے کا چمچ لیموں کا رس، 1/2 چائے کا چمچ کٹی کالی مرچ، 1 کھانے کا چمچ سویا سوس اور 1 کھانے کا چمچ سرکہ سے میری نیٹ کر لیں۔

☆پھر چکن بریسٹ کو 2 کھانے کے چمچ تیل میں گرل کر لیں۔

☆20 عدد ہری مرچ میں سے بیج نکال لیں۔

☆اب ایک پیالے میں 4 کھانے کے چمچ مایونیز، 6 عدد چیز کیوبز، 1/2 چائے کا چمچ کٹی کالی مرچ، 1/2 چائے کا چمچ لہسن سالٹ اور 1 کھانے کا چمچ سرکہ ڈال کر مکس کر لیں۔

☆پھر اس مصالحے کو ایک ایک ہری مرچ میں 1 چائے کا چمچ بھریں اور تیار کیے ہوئے بیٹر میں ڈِپ کر لیں۔

☆اس کے بعد حسب ضرورت فریش بریڈ کرمبز میں دو بار رول کریں۔

☆اب انہیں ایک گھنٹے کے لیے ٹھنڈا کریں اور پھر گرم تیل میں ڈیپ فرائی کر لیں، یہاں تک کہ رنگت گولڈن ہو جائے۔

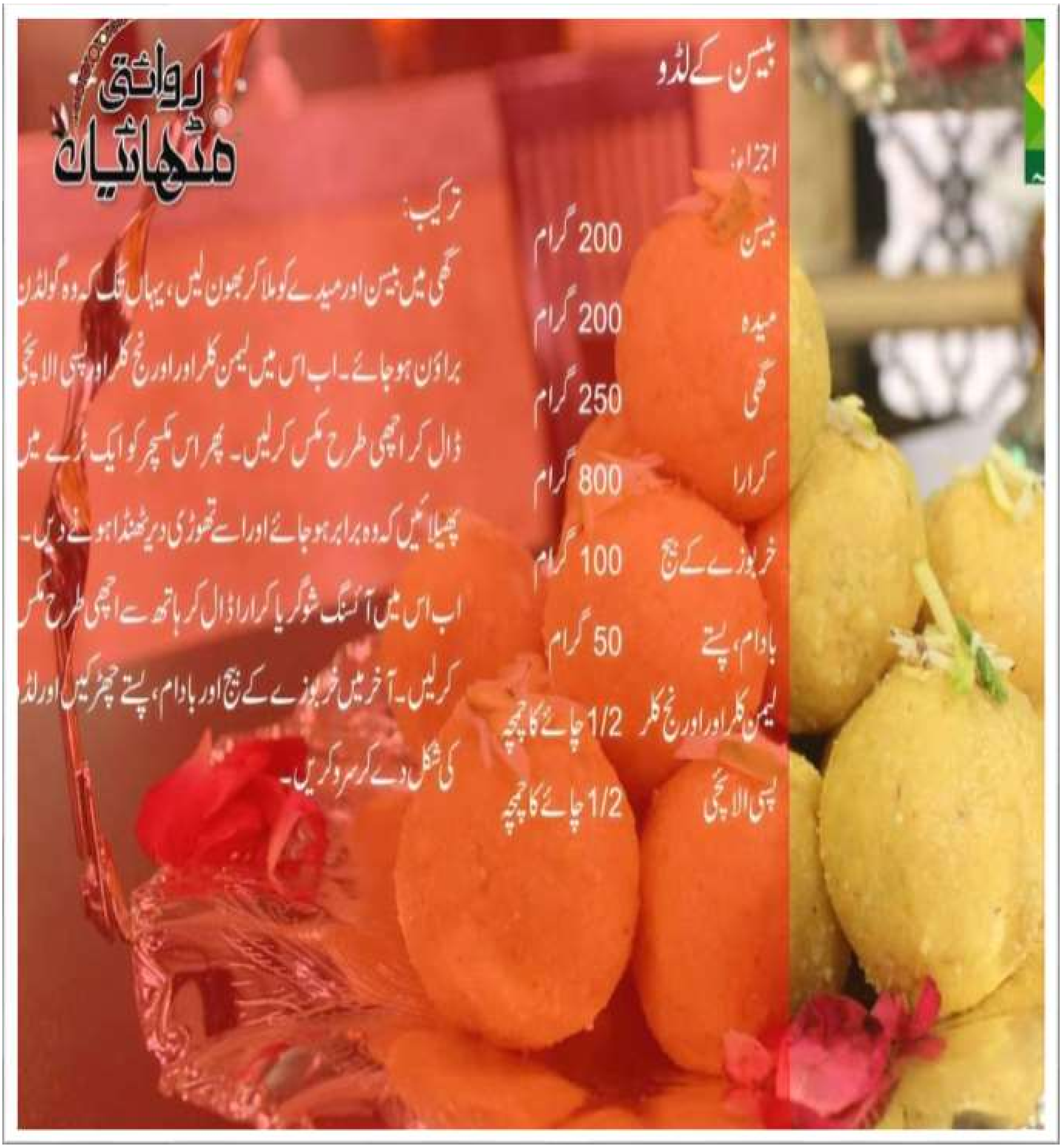
روائتی مٹھائیاں
بیسن کے لڈو
اجزاء:
بیسن 200 گرام
میدہ 200 گرام
گھی 250 گرام
کرارا 800 گرام
خربوزے کے بیج 100 گرام
بادام، پستے 50 گرام
لیمن کلر اور اورنج کلر 1/2 چائے کا چمچہ
پسی الائچی 1/2 چائے کا چمچہ
ترکیب:
گھی میں بیسن اور میدے کو ملا کر بھون لیں، یہاں تک کہ وہ گولڈ
براؤن ہو جائے۔ اب اس میں لیمن کلر اور اورنج کلر اور پسی الائچی
ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ پھر اس مکسچر کو ایک ٹرے میں
پھیلائیں کہ وہ برابر ہو جائے اور اسے تھوڑی دیر ٹھنڈا ہونے دیں۔
اب اس میں آئسنگ شوگر یا کرارا ڈال کر ہاتھ سے اچھی طرح مکس
کر لیں۔ آخر میں خربوزے کے بیج اور بادام، پستے چھڑکیں اور لڈ
کی شکل دے کر سرو کریں۔

بیت بازی

ؑ اب جوں سرشک اُن سے پھرنے کی چشم مت رکھ
جو خاک میں ملے ہیں، گر کر تری نظر سے

ؑ ہر لمحہ بڑے ہونے کا احساس ہے انکو
یہ لوگ کسی اونچے گھرانے کے نہیں ہیں

ؑ نہ گل ہیں نہ غنچے نہ بوٹے نہ پتے
ہوئے باغ نذرِ خزاں کیسے کیسے

ؑ یہ دل بھی عجب آئینہ خانہ ھے کہ اس میں
آباد ھیں ھر لمحہ سنورتے ھوئے کچھ لوگ

ؑ اَنا نے توڑ دیا جامِ التجا" محسن "
وگرنہ پیاس کی زد میں کہاں نہ تھا پانی؟

ع اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

ع ریت پر لکھ کر میرا نام مٹایا نہ کرو
آنکھیں سچ بولتی ہیں پیار چھپایا نہ کرو

ع یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ع یا چھوڑیں یا تکمیل کریں، یہ عشق ہے یا افسانہ ہے؟
یہ کیسا گورکھ دھندا ہے، یہ کیسا تانا بانا ہے؟

ع آواز دے کے چھپ گئی ہر بار زندگی
ھم ایسے سادہ دل تھے کہ ہر بار آ گئے

مسنون اذکار

اوراد و وَظائف

رات کو سوتے وقت کے عملیات

حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ رات کو روزانہ پانچ کام کر کے سویا کرو۔

۱۔ چار ہزار دینار صدقہ دے کر سویا کرو!

۲۔ ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو!

۳۔ جنت کی قیمت دے کر سویا کرو!

۴۔ دو لڑنے والوں میں صلح کرا کر سویا کرو!

۵۔ ایک حج کر کے سویا کرو!

حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ امر محال ہے مجھ سے کب ہو سکیں گے پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (۱) چار مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینار کے برابر ہے۔ (۲) تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب ایک قرآن مجید کے برابر ہے۔ (۳) دس مرتبہ استغفار پڑھ کر سویا کرو دو لڑنے والوں میں صلح کرانے کے برابر ثواب ہو گا۔ (۴) دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو جنت کی قیمت ادا ہو گی۔ (۵) چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو ایک حج کا ثواب ملے گا۔

اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب تو میں روزانہ یہی عملیات کر کے سویا کروں گا۔

بازار میں داخل ہوتو کیا پڑھے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”جس نے بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھی:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ

وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ

بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

www.aim92.com

تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجے بلند فرماتا ہے“۔ (جامع ترمذی)

قبرستان میں داخل ہوتے وقت کی دعا

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ

اے قبر والوں تم پر سلام ہو۔ اللہ عزوجل ہماری اور تمہاری مغفرت فرما۔ اور تم ہم سے پہلے پہنچ گئے اور ہم پیچھے آنے والے ہیں۔

★